Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد — نمبر ۱۲

۵۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء — ۱۶۔ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۲ ھ

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی تھے یا بادشاہ؟	۴۴۹ - ۴۷۱	مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل جامعہ
فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب (نمبر ۶)	۴۷۲ - ۴۷۶	مولانا "ابن عمر"
ایک اعتراض کا جواب } حیات ووفات مسیح	۴۷۷ - ۴۸۴	مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مدرسہ احمدیہ
آہ نادر شاہ کہاں گیا	۴۸۵ - ۴۹۶	حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

صدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بتیسویں (۳۲) جلد کا اختتام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریویو آف ریلیجنز اُردو کی بتیسویں (۳۲) جلد بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ جہاں تک میرے امکان میں تھا بہتر سے بہتر مضامین مہیا کرکے ٹھیک وقت و تاریخ مقررہ پر رسالہ شائع کیا۔ اور فنڈ کی کمی کا کچھ اثر رسالہ کی ظاہری و انتظامی حالت پر نہ پڑنے دیا۔ اب یہ آپ صاحبان کا کام ہے کہ اس کی توسیع اشاعت میں کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کا بارہا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ وہ رسالہ کی اشاعت دس ہزار چاہتے تھے وہ بھی ان ایام میں جبکہ جماعت کی تعداد ہزاروں تک ہی محدود تھی اور مالی حالت بھی کچھ ایسی نہ تھی اب خدا کا فضل ہے جماعت کی تعداد لاکھوں تک ہے۔ اس لئے اگر رسالہ کے خریدار اتنے بھی نہ ہوں کہ اس کے اخراجات کے کفیل ہو سکیں تو کس قدر افسوس کی بات ہوگی۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ تمام مقامات کی جماعتیں اس طرف پوری پوری توجہ دینگی اور سالانہ جلسہ پر نہ صرف بقایا ہی ادا کر دیا جائیگا جو کئی سو اصحاب کے ذمے ہے بلکہ نئے خریدار بھی اس قدر آجائینگے کہ دوبارہ شکایت کا موقعہ نہ رہے ۔

(ایڈیٹر)

سیرۃ النبی

کے موقعہ پر مفصلہ ذیل مفید ٹریکٹ شائع ہوئے ہیں۔

بک ڈپو کتاب گھر

شانِ محمدؐ۔ رسول کریمؐ کی قربانیاں۔ پیارے رسولؐ کے پیارے حالات۔ پریم بھرے گیت۔ دنیا کا محسن اعظم۔ محمد عربیؐ۔ اولوالعزم نبیؐ۔ زندہ نبیؐ۔

انسان کامل ۸۰ صفحے کا رسالہ ہے جو جناب میر محمد اسحٰق صاحب نے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ خوب لکھا ہے اور طباعت کتابت کاغذ بھی دیدہ زیب ہے۔ فی کاپی ۳ر مع محصولڈاک ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تشحیذ و ریویو اُردو کے لائق نامہ نگار منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم نہایت خوبیوں کے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مفصل پھر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی تھے یا بادشاہ؟

آنحضرت صلعم کا اصل منصب

باب اوّل:- حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی وروحی) کا اصل منصب نبوّت ورسالت تھا نہ کہ بادشاہت وسلطنت۔ آپؐ سلطان و بادشاہ کی بجائے "خاتم النبیین" کے پرعظمت اور پاکیزہ خطاب سے نوازے گئے۔ خدائے برتر وتوانا آپ کے اِس منصب اور مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتاہے۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّن" یعنی آپ بلحاظ اپنے عہدہ اور منصب کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ تاہم آپ کی بادشاہت اور بادشاہ ہونے کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا اور ہو بھی کیونکر۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدنی زندگی آپکو صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ امم اربعہ کا شہنشاہ قرار دیتی ہے۔ اِس حقیقت کے پیش نظر یہ سوال کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ سلّم نبی تھے یا بادشاہ" چہ معنے دارد؟

عنوان کی تشریح

بظاہر عنوان کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتاہے۔ کہ نبوّت و بادشاہت دو الگ الگ منصب ہیں۔ جن میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ سلّم کو حاصل تھا اور دوسرا نہیں۔ واقعات کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ شبہ اور بھی قوی ہوجاتاہے۔ لیکن مدنی زندگی کے واقعات اور حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے۔ یہ مفہوم تو لیا نہیں جاسکتا۔ بہرحال اس کا کچھ اور ہی مفہوم قرار دینا پڑیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم بلحاظ اپنے مقام اور منصب تو نبی تھے۔ سلطنت وحکومت آپؐ کا ہرگز ہرگز منصب نہ تھا۔ اور بمطابق "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" چونکہ آپؐ انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ کیلئے کامل نمونہ اور عملی رہنما تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کو بادشاہت بھی دی جاتی۔ تا آپؐ اُن اخلاق فاضلہ اور خصائل حمیدہ کا بھی اظہار کرسکیں جو بادشاہت اور سلطنت ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ علاوہ ازیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اجراء شریعت سے اہم اور عظیم الشان کام کی تکمیل بھی اپنے مقدس ہاتھوں سے ہی کر سکیں۔ یہ تھی وہ غرض جسے مدِنظر رکھتے ہوئے آپؐ کو بادشاہت دی گئی اور بادشاہ بنائے گئے۔ ہاں اُن نتائج سے جو عام طور پر دنیاوی بادشاہوں میں بوجہ سلطنت وحکومت پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپؐ کلیۃً منزہ اور مبرا تھے۔ اور مخالفین اسلام کا آپؐ کو اس رنگ کا بادشاہ قرار دینا یا آپؐ کی بادشاہت کو مادی سلطنتوں اور حکومتوں سے تشبیہ دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر سراسر ظلم اور آپؐ کے ساتھ صریحاً ناانصافی ہے ۔

سطورِ ذیل میں صرف یہی امر ثابت کرنا مقصود ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حالات زندگی ۔ اقوال۔ افعال اور اخلاق کے لحاظ سے نبی اور رسول تھے اور اُن تمام باتوں سے جو عام طور پر دنیاوی بادشاہوں میں پائی جاتی ہیں آپؐ کلیۃً بے خبر اور ناآشنا تھے۔ اور آپؐ کی ہر ایک بات، اور ہر ایک حرکت، ہر ایک قول اور ہر ایک فعل شانِ نبوت کا علیٰ وجہ الاتم مظہر، اور نورِ نبوت کے سانچہ میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ جہاں "مکارمِ اخلاق" آفتاب نبوت کی ضیا پاش کرنوں سے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں وہاں "تدبیر منزل" اور "سیاست مدن" ماہتاب روحانیت سے منور ہو کر مدبرین اور اہل سیاست وسلطنت کیلئے مشعلِ راہ بن چکی ہے۔ ؎

صاحب الامر بود سید ما — نصرتِ تامہ یافتہ ز خدا
سیدِ ما بفضل ربِّ احد — بود در علم در عمل او حد
او بعلم مکارم اخلاق — بود رخشان چو مہر در آفاق
علم تدبیر منزل انساں — شد مہذب از و برائے جہاں
باز علم سیاستِ مُدنی — یافت اصلاح زاں مہ مدنی
طرز فرمان دہی بیاں فرمود — داب فرماں بری عیاں فرمود
ہم رعیت از و مؤدب شد — سلطنت نیز زو مہذب شد[۵]

(بسمل)

باب دوم: آنحضرتؐ کے حالات زندگی، اقوال، افعال اور اخلاق فاضلہ سے اس امر کا اثبات کہ آپؐ بادشاہ نہیں

اس حقیقت کے اثبات کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند حالات و واقعات کو یہاں تحریر کیا جائے۔ جس سے یہ مبرہن ہو جائے کہ واقعہ میں آپ دنیاوی رنگ کے

۵؎ استاذی المکرم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسملؔ کی تازہ تصنیف "خاتم النبیین" سے یہ اشعار لئے گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہرگز ہرگز بادشاہ نہ تھے۔ اگر آپؐ دنیاوی بادشاہ ہوتے تو پھر آپؐ کا وہ اسوہ حسنہ جو آئندہ سطور سے معلوم ہوگا، نہ ہوتا، بلکہ اس کے برعکس ہوتا۔

ظاہری ٹیپ ٹاپ اور زرق برق سے بے نیازی

دنیاوی بادشاہوں میں جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے ظاہری ٹیپ ٹاپ شان وشوکت اور زرق برق نمایاں طور پر پایا جاتا ہے بلکہ اسے باعث عزت و افتخار سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو آپؐ ان باتوں سے بالکل مستغنی دکھائی دیتے ہیں۔ اور ظاہری شان وشوکت کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ریشم کا سلوکہ ہدیۃً بھیجا آپؐ نے اُسے پہن لیا اور پہنکر نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہوکر نہایت کراہت اور نفرت کے ساتھ اُسے اُتار دیا اور فرمایا:۔ "پرہیز گاروں کے لئے یہ کپڑے مناسب نہیں"۔ (بخاری کتاب اللباس)

تواضع اور خاکساری:۔ تواضع اور خاکساری کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئے دن آپؐ کے پاس وفود اور سفراء اور جمعہ اور عیدین کے ایام آتے رہتے ہیں۔ آپ ان مواقع پر شان وتجمّل کے کپڑے زیب تن فرمائیں۔ ایک دفعہ راستہ میں ایک ریشمی کپڑا بک رہا تھا حضرت عمرؓ نے موقع پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ کپڑا خرید لیں اور جمعہ میں اور سفراء کی آمد کے موقع پر ملبوس فرمایا کریں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "انما یلبس ھذہ من لا خلاق لہ۔

"یہ وہ پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں"۔ (بخاری مصر جلد ۲ صـ۱۳۱)

آخر زندگی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور رہا کہ ہمیشہ موٹے اور گاڑھے سوت کا کپڑا زیب تن فرماتے رہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپؐ ایک بورئیے پر آرام فرما رہے تھے اُٹھے تو صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ پہلوئے مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ کوئی گدا بنوا کر حاضر کریں۔ فرمایا:۔

"مجھے دنیا سے کیا غرض۔ مجھے دنیا سے صرف اِس قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو تھوڑی دیر کیلئے راہ میں کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسکو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے"۔

(جامع ترمذی کتاب الزہد)

زمانہ ایلاء کا ذکر ہے حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوٹھڑی میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شہنشاہ اعظم کی کوٹھڑی کو دیکھ کر حضرت عمرؓ حیرت زدہ ہوگئے۔ اس مختصر سی کوٹھڑی کا نقشہ عجیب اور دلکش تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلعم کے جسم مقدس پر صرف ایک تہ بند ہے ایک کھری سی چارپائی بچھی ہے۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ ایک طرف مُٹھی بھر جَو رکھے ہیں ایک کونے میں کسی جانور کی کھال پڑی ہے۔ شاہ دو عالم فداہ نفسی وروحی کے کمرہ کی اس آرائش اور آراستگی کو دیکھ کر حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے۔ اور آنکھوں سے موٹے موٹے اور گرم آنسو موتی بنکر گرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "اے عمر کیوں اتنا رو رہے ہو" حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ مَیں کیوں نہ روؤں۔ چارپائی کے بان سے جسم مطہر میں بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ یہ آپ کے اسباب کی کوٹھری ہے۔ اس میں جو مال و متاع ہے وہ نظر آرہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامان خانہ کی یہ کیفیت ہو"

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اما ترضیٰ ان تکون لھما الدنیا ولنا الاٰخرۃ۔ اے ابن خطاب! تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ دنیا لیں اور ہم کو آخرت ملے" (مسلم باب فی الایلاء واعتزال النساء)

غرضیکہ اس سے بڑھکر اور کیا سادگی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلعم صحابہؓ میں تشریف فرما ہیں۔ گھر جانے کی ضرورت پیش آگئی ہے تو بغیر جوتی پہنے ہی تشریف لیجا رہے ہیں۔ ابوداؤد میں ایک روایت آتی ہے:۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس وجلسنا حولہ فقام فاراد الرجوع فنزع نعلیہ۔ رسول مقبول تشریف فرما ہوتے ہم بھی حضورؐ کے اردگرد بیٹھ جاتے آپؐ کھڑے ہوتے اور لوٹنے کا ارادہ فرماتے تو اپنا جوتا اُتار کر رکھ دیتے" (ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۳۱۸ مجتبائی)

آنحضرت صلی اللہ وسلم کی زندگی میں ہزاروں واقعات ایسے موجود ہیں جو آپؐ کی سادگی بے تکلفی تواضع اور خاکساری پر دال ہیں مثال کے طور پر چند عرض کیئے ہیں۔ دنیادی بادشاہوں کی زندگی کے عیش و عشرت کے اسباب۔ فاخرانہ لباس اور زرق برق پوشاک کے ساتھ مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ کیا دنیادی بادشاہوں کا یہ رنگ ہوتا ہے۔ کیا مادّی سلطنتوں کے حکمرانوں میں بھی کوئی ایسی مثال سادگی اور تواضع کی مل سکتی ہے؟ کہاں دو دو ہزار جوڑے اور کہاں پیوند لگا ہُوا جُبّہ۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

بڑائی اور تکبّر سے نفرت:۔ دوسروں کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے یا گفتگو کرتے ہوئے دنیادی بادشاہوں میں بڑائی۔ تکبّر اور غرور کا رنگ پایا جاتا ہے۔ لیکن سرور کائنات فخر موجودات کا وجود باجود ہے ہزاروں سے معاملات اور گفتگو ہو رہی ہے مگر بڑائی کا نام و نشان تک نہیں تکبّر د

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرور کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا جاتا۔ بلکہ ہر ایک قسم کے معاملات اور آپس کی گفتگو میں اپنے تئیں ایک معمولی انسان سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھتے۔ لکھا ہے کہ ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرضہ تھا۔ وہ طلب کرنے آیا اور نہایت خشونت و بد اخلاقی سے پیش آیا اور کہا کہ تم بنی ہاشم جب بھی کسی سے کچھ لیتے ہو تو دینے کا نام نہیں لیتے۔ یہ مدینہ کا واقعہ ہے جبکہ آپؐ امم اربعہ کے شہنشاہ تسلیم کیے جا چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہودی کی گستاخی سے بہت برافروختہ ہوتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عمر! تم ہم دو نو کو نصیحت کرتے۔ قرضخواہ کو یہ کہ اُسے مطالبہ کرنے میں سہولت سے کام لینا چاہیئے اور مجھ کو یہ کہ قرضہ نیکی کے ساتھ واپس کرنا چاہیئے۔

اسی طرح ایک دن ایک بدّو آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرضہ کا مطالبہ کرتے ہوئے سختی سے گفتگو کی صحابہؓ اس کی گستاخی سے طیش میں آ گئے اور ڈانٹ کر کہنے لگے "کچھ خبر بھی ہے کس سے تُو ہمکلام ہے" بدّو کہنے لگا کہ مَیں اپنا حق مانگ رہا ہوں وبس! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا:۔

"مَهْ ان صاحب الدین له سلطان علی صاحبه حتی یقضیه" یعنی قرضخواہ کا حق ہے کہ وہ قرضدار سے مطالبہ کرے ایسا مت کرو (سختی اور ڈانٹو مت)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے احباب کے ساتھ کسی جنگل میں تھے کھانا تیار کرنے کی ضرورت پیش آئی تو سب کے سپرد الگ الگ کام کر دیا اور فرمایا کہ:۔

"ایندھن کے لئے لکڑیاں مَیں چُن لاتا ہوں" (سیرت خیر البشر)

باوجود سرور کائنات ہونے کے رعایا کے ایک معمولی آدمی کی طرح کام کرتے ہیں۔ گھر کا کام کاج تو آپؐ کا روزانہ مشغلہ تھا حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جو بخاری اور دوسری احادیث کی کتب میں بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلعم گھر کے کام کاج میں ہمارا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اور آپؐ کو خیال تک بھی نہیں آتا تھا کہ مَیں بھی کوئی عظیم الشان ہستی ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپؐ گھر سے باہر تشریف لائے صحابہؓ تعظیم کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمایا:۔

"لا تقوموا کما تقوم الاعاجم لعظیم۔ اہل عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اُٹھا کرو" (ابوداؤد مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

روایات میں ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص بغرض ملاقات حاضر ہوا رُعب نبوّت سے لرزنے لگا اور کانپنے لگا حضور پُر نور نے فرمایا:۔

"گھبراؤ نہیں مَیں فرشتہ نہیں ایک قریش عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی" (شمائل ترمذی)

کیا کہیں دنیاوی بادشاہ بھی کسی نے اس رنگ کے دیکھے ہیں؟ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم دنیاوی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بادشاہ ہوتے تو یقیناً آپ میں بھی غرور۔ تکبر۔ بڑائی اور خود پسندی کا جذبہ ہوتا۔ نپولین کا واقعہ لکھا ہے :-

...... جو اپنی صحت کو بحال کرنے کے لئے بھی معمولی سے کام پر تیار نہیں ہوتا اور چونک پڑتا ہے کہ "ارے کیا میں اور زمین کھودوں"!

ایفاء عہد :- دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت اور ان کی سیاست کے زیر نظر ایفاء عہد ایک محال اور ناممکن الوقوع کام ہے۔ ہنری سوئم کے متعلق تاریخ میں لکھا ہے :-

"اُس نے عہد نامہ اعظم کی شرائط کو پورا کرنے کا کئی بار وعدہ کیا۔ لیکن ہمیشہ ان کی خلاف ورزی کرتا رہا" (تاریخ انگلستان مصنفہ کرنل گیرٹ صفہ ۳۱)

قیصر جرمن معاہدات کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے اور تمام دستاویزوں کو ردّی کا کاغذ کہکر اپنی فوج کو پیرس لیجانے کے لئے بلجیم سے گذر جاتا ہے اور ایک غیر ملک پر تاخت و تاراج شروع کر دیتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کچھ اور ہی نظارہ نظر آتا ہے جسے دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے کیا ایسی مجسم وفا ہستی کو دنیاوی بادشاہوں کے رنگ میں رنگین کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ ابو رافع ایک غلام ہے جو مکہ سے حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بنکر مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے روئے انور پر نظر پڑتی ہے اور کافر غلام کا تاریک قلب یک لخت نورانیت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اور وہ دل جو سینکڑوں بتوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا آزاد ہو کر خدائے واحد کے حلقہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز ✣ جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا (درثمین)

میں اصل مقصد سے دور نکل گیا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب ابو رافع غلام پہنچا تو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس پر کھل گئی اور آپ سے عرض کرنے لگا "یا رسول اللہ! اب میں کبھی کافروں کے پاس لوٹ کر نہ جاؤنگا"۔ ارشاد ہوا :-

"نہ میں عہد شکنی کر سکتا ہوں اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں تم اس وقت واپس جاؤ اگر وہاں پہنچکر بھی تمھارے دل کی یہی کیفیت باقی رہے تو آجانا" (ابوداؤد باب الوفاء بالعہد)

چنانچہ ابو رافع اسوقت واپس چلا گیا

صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے ابھی شرائط لکھی ہی جا رہی ہیں کہ ابو جندل پا بزنجیر اہل مکہ کی قید سے بھاگ کے آئے اور آنحضرت صلعم سے فریادی ہوئے۔ تمام صحابہؓ اس دردناک منظر کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے۔ اور اضطراب سے تڑپ اُٹھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم اس شرط کو مدّ نظر رکھتے ہوئے "کہ مکّہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جائیگا وہ اہل مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائیگا" ابو جندل سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:۔

"اے ابو جندل صبر کرو ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا" (صحیح بخاری کتاب الشروط)

ایفاء عہد کا اس سے بڑھکر اور ایک شاندار نظارہ آپ کو دکھاؤں۔ بدر کا موقعہ ہے۔ گھمسان کا رن ہے مقابلہ میں لشکر کفار اپنے ساز و سامان سے لیس ہے۔ ہر ایک فکر سے مستغنی و بے نیاز ہے۔ تعداد میں ایک ہزار سے اوپر ہے۔ اور ادھر مسلمان ہیں جو تعداد میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ رسد و خوراک کا یہ حال ہے کہ کئی دن سے فاقہ اور پیاس میں مبتلا ہیں۔ نہ کوئی ہتھیار ہے نہ گھوڑا نہ کوئی تلوار۔ صرف اللہ اور نام خدا ہے۔ ایسی نازک حالت میں دو مسلمان ابو حذیفہ بن الیمان اور ایک اور صحابی مکہ سے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپؐ سے اس معاہدہ کا ذکر کرتے ہیں جس کی بناء پر انہیں آپؐ کے پاس پہنچنے کی کفار اجازت دیتے ہیں۔ یعنی جنگ میں آپؐ کا ساتھ نہ دینا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُنکر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"انصرفا نفی لھم بعھدھم ونستعین اللہ عزّ و جلّ۔ تم واپس جاؤ۔ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کرینگے۔ ہم کو صرف خدائے عزّ و جل کی مدد درکار ہے وبس"

(صحیح مسلم باب الوفاء بالعھد جلد ۲ صفحہ ۸۹)

وہ شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں ذرا بھر بھی عقل ہو۔ کیا ایسے مجسم ایفاء عہد کے وجود باجود کو دنیاوی بادشاہ قرار دے سکتا ہے؟ آخر دنیا میں ہزارہا بادشاہ ہوئے کسی کی زندگی میں سے کوئی ایسی ایفاء عہد کی نظیر تو پیش کرو۔

انتقام کی بجائے حُسن سلوک

ایک فلاسفر کا مقولہ ہے۔ "انتقام تقاضائے فطرت ہے اور تعیین شخصی سے بے نیاز۔ ستم رسیدہ شخص محض اپنے ستانے والے ہی سے نہیں بلکہ نسلِ آدم سے انتقام لیتا ہے۔" (رسالہ فسانہ اپریل ۱۹۳۳ء)

دنیاوی بادشاہوں کی زندگی بالکل اس مقولہ کے مطابق ہے۔ سینکڑوں بادشاہوں کی زندگیاں صفحۂ قرطاس پر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ شاذ و نادر کے طور پر کوئی ایسا بادشاہ ہو جو ذاتی انتقام کے زہریلے جذبہ سے مسموم نہ ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام واقعات شاہد ہیں کہ آپؐ نے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپؐ دنیاوی بادشاہوں میں سے ہوتے تو آپؐ میں بھی یہ جذبہ ہوتا۔ گذشتہ صفحات میں نپولین کے ایک وصیتی خط کا حوالہ درج کیا جا چکا ہے جس میں اس نے محض اپنی ذاتی اغراض کے پیش نظر اپنے بیٹے کو انتقام لینے کی ہدایت کی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "آپؐ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا بجز اس کے کہ کسی نے احکام الٰہی اور فرمان خداوندی کی تفضیح کی ہو" (بخاری باب الادب جلد ۲ صفحہ ۹۰۴)

ابتدائی ایام کا واقعہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل طائف نے جو آپؐ سے سلوک کیا وہ کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ پتھراؤ اور سنگ باری تک سے احتراز نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں مبارک زخمی اور لہولہان ہو گئے۔ یہی لوگ پھر غزوہ طائف میں بھی اپنی سنگدلی کا پورا مظاہرہ کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ زہرآلود تیروں کی آپؐ پر بارش کیجاتی ہے۔ لیکن ایک آپؐ ہیں کہ ان سفاکوں کی خاطر خالق کون و مکان کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور مستجیب الدعوات سے یہ دعا کرتے ہیں :-

"کہ اے خدا انہیں سمجھ عطا کر اور انہیں آستانۂ اسلام پر جھکا دے"

پھر انہی لوگوں کا ایک وفد ۹ھ میں مدینہ پُہنچتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ان کی خاطر و مدارات اور مہمان نوازی کے فرائض بجالاتے ہیں اور ہر ایک قسم کا آرام و سہولت انہیں بہم پُہنچاتے ہیں اور انہیں خدائے قدوس کے مطہر و مقدس گھر میں یعنی مسجد نبوی میں عزت و حرمت کے ساتھ ٹھیرانے کا انتظام کرتے ہیں۔ (ابوداؤد ذکر طائف)

جان کے پیاسے دشمن اور اُن سے محبت و پیار عفو و درگذر کا شاندار نظارہ

جانی دشمنوں سے حُسن سلوک اور ان سے عفو کا ایک اور شاندار نظارہ تاریخ اسلام میں نظر آتا ہے۔ قریش مکّہ نے ابتدائی ایام اور قیام مکّہ کے عرصہ میں آپؐ پر جو ستم اور ظلم ڈھائے ان کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم گنگ ہے۔ کوئی ایسی تکلیف نہ ہوگی جو آپؐ کو نہ پُہنچائی گئی ہو۔ کانٹوں کی سیج پر آپؐ کو چلایا گیا۔ غلاظت و گندگی کے پلندوں کو آپؐ پر پھینکا گیا۔ قسم قسم کے بُرے ناموں سے آپؐ کو یاد کیا گیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے مشن کے ملیامیٹ کرنے کے لئے مختلف منصوبے اور سازشیں کی گئیں۔ آپؐ کے حلقہ بگوشوں کو خنجروں نیزوں سے چھیدا گیا۔ ان کے پاکیزہ جسموں کو تیروں سے چھلنی کیا گیا۔ تپتے ہوئے ریت پر ان قدسیوں کو گھسیٹا گیا۔ اور گرم جلتے ہوئے پتھروں سے انہیں داغا گیا۔ لیکن دس برس کے بعد جب زمانہ میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ کمزور قوی بنائے جاتے ہیں۔ چھوٹوں کو بڑا کیا جاتا ہے۔ اور ظفر و کامرانی کے لہراتے ہوئے پرچموں کے ساتھ فتح نصیب جرنیل کی حیثیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس شہر ہاں اس شہر میں جہاں سے ان مقدسین کو تکلیفیں اور پے در پے صدمات پُہنچا کر نکالا گیا تھا۔ داخل ہوتے ہیں اور کسی کافر کی مجال و طاقت نہیں کہ سامنے بول سکے اور کسی قسم کی چون و چرا کر سکے۔ اور آپ کو کامل اقتدار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حاصل ہے۔ آپ اُن خطرناک دشمنوں کو بیک جنبش لسان معاف کردیتے اور اعلان فرماتے ہیں :۔

"لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء

جاؤ تم آزاد ہو تم پر کسی قسم کی کوئی سختی نہیں کی جائے گی"

ابو سفیان ہاں وہ ابو سفیان جو ہر ایک جنگ میں لیڈنگ پارٹ لیتا رہا حضورؐ کے سامنے جب گرفتار کرکے لایا جاتا ہے تو آپؐ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کے گذشتہ سنگین جرائم کی وجہ سے ان کے قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہی کہ حضرت عمرؓ کو روکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ابو سفیان سے یہ سلوک کرتے ہیں کہ اس کے گھر کو بھی دار الامن والامان بنا دیتے ہیں اور اعلان کروا دیتے ہیں:-

"من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہو جائیگا"

(مسلم فتح مکہ جلد ۲ صفحہ)

ابو جہل کی آنحضرت صلعم سے عداوت کسی سے لکی چھپی بات نہیں ایسے دشمن اسلام کے بیٹے عکرمہ کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں اس کی بیوی لاکر پیش کرتی ہے تو آپ فرماتے ہیں :۔

"مرحبًا بالراکب المھاجر۔ اے ہجرت کرنے والے تمہارا آنا مبارک ہو" (مشکوٰۃ کتاب الادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا سلوک اپنے خطرناک دشمنوں سے اور آپ کا عفو و درگذر۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ اخلاق کے علاوہ کہیں اور بھی ایسا عفو اور حُسن سلوک مل سکتا ہے؟ اگرچہ آپؐ پر ایک ایسا وقت آیا جبکہ آپؐ میں ظاہری قوّت نہ تھی لیکن آخر وہ وقت بھی آیا جبکہ دشمنان اسلام میں سے ایک ایک کی گردن اسلامی تلوار کے نیچے تھی اور اس کی جان صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو اور آپ کے رحم و کرم پر موقوف تھی۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی مقتول نہ ہُوا۔

کیا دنیاوی بادشاہوں سے اس قسم کے حسن سلوک۔ عفو و رحم کی امید کیجا سکتی ہے؟ ولیم دی کنکرر کا حال تاریخ میں آچکا ہے باوجودیکہ اس کے آدمیوں کا قصور تھا پھر بھی اس نے اپنے مخالفوں کو ہی آگرۂ تیغ کیا اور انتقام کا بہت بُرا نمونہ دکھایا۔ لیکن یہاں انتقام کا نام تک نہیں ؛

مال و دولت سے استغناء دنیاوی بادشاہوں میں مال و دولت کی بہت حرص ہوتی ہے اور مال و دولت کو بڑھانے کے لئے مختلف تجویزیں سوچتے رہتے ہیں جیسا کہ ہنری ہشتم کے بیان میں آیا ہے۔ مگر یہاں بالکل ہی اُلٹ نقشہ ہے۔ مال آتا ہے دولت اور زر و سیم کے ڈھیر لگ جاتے ہیں مگر رات نہیں گذرتی کہ وہ سب کے سب تقسیم ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ ایک شب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک راستے سے گذر رہے تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپؐ نے احد پہاڑی کو دیکھ کر فرمایا:۔

"ما احب انه تحوّل لی ذھبا یمکث عندی منه دینار فوق ثلاث

اگر احد کا پہاڑ میرے لئے سونا بنجائے تو مَیں کبھی یہ پسند نہ کرونگا کہ تین راتیں گذر جائیں

اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے" (بخاری ص۳۶۷ جلد۲)

آپؐ کا یہاں تک معمول تھا کہ گھر میں نقد کسی قسم کی کوئی چیز ہو تو جب تک اُسے تقسیم نہ کرلیتے۔ گھر میں آرام نہ فرماتے۔ ایک دفعہ رئیس فدک نے چار اونٹ کے بوجھ جتنا غلّہ بھیجا۔ حضرت بلالؓ نے بازار میں غلّہ فروخت کیا اور ایک یہودی کا کچھ قرض تھا اُسے ادا کیا اور باقی ماندہ کی آنحضرتؐ کو اطلاع کی آپؐ نے فرمایا:۔ "جب تک کچھ باقی رہیگا مَیں گھر نہیں جا سکتا" حضرت بلال رضؓ نے کہا حضورؐ کیا کروں کوئی سائل نہیں ملتا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گذاری۔ اور دوسرے دن حضرت بلالؓ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ خدا نے آپؐ کو سبکدوش کر دیا یعنی بقیہ بھی تقسیم کر دیا گیا ہے آپؐ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لیگئے۔ (ابوداؤد باب قبول ہدایا المشرکین)

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ بھی ہے۔ ایک دفعہ بحرین سے خراج کے طور پر اسقدر کثیر رقم آئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی رقم نہیں آئی تھی۔ آپؐ نے اُسے مسجد کے صحن میں ڈلوا دیا۔ بعد میں مسجد تشریف لائے۔ نماز پڑھی اور اُسے تقسیم کرنا شروع کیا۔ جو سامنے آتا اُسے دیتے چلے جاتے۔ حضرت عباسؓ غزوہ بدر کے بعد۔۔ کچھ غریب ہوگئے تھے انہیں اتنا دیا کہ اُٹھا کر چل نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی عنایت فرماتے جاتے تھے۔ جب کچھ نہ رہا تو کپڑے جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ (صحیح بخاری باب القسمۃ)

بر عکس اس کے دنیا کے بادشاہوں میں اس قدر مال و دولت کی حرص ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا میں سے بھی کسی کو خوشحال نہیں دیکھ سکتے۔ انگلستان کی تاریخ میں ہنری ہفتم کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے:۔

"کہ ایک دفعہ ہنری ارل آف اکسفورڈ کے ملنے کے لئے گیا۔ ملاقات کے بعد بادشاہ رخصت ہونے لگا تو تعظیماً ارل آف اکسفورڈ کے سپاہی اپنی وردیاں پہنکر قطار میں کھڑے ہوگئے۔ بادشاہ نے اپنے میزبان کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور بطور جرمانہ ایک رقم کثیر ادا کرنیکا حکم دیا"

(تاریخ انگلستان صنہ۲ مصنفہ گیرٹ)

پھر اسی کے متعلق کرنل گیرٹ اپنی کتاب تاریخ انگلستان میں رقمطراز ہے:۔

"عہد حکومت کے آخری حصّہ میں ہنری ہفتم نہایت ہی حریص ہوگیا۔ اور اسی وجہ سے وہ ہر دلعزیز بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ رہا۔ وہ ہمیشہ جس طرح سے بھی ہو سکتا۔ لوگوں سے روپیہ چھیننے میں کوشاں رہتا۔ اس کے ایک وزیر مارٹن نامی نے روپیہ بٹورنے کی ایک ایسی ترکیب نکالی۔ جس سے نہ تو فضول خرچ امیر بچ سکے اور نہ ممسک اور کفایت شعار امیر۔" (ص۳۷)

اقرباء کیلئے زہد و فقر

حضرت رسول مقبول صلعم کی حالت پر غور فرمائیے۔ اور ادھر دنیاوی بادشاہوں کا مطالعہ کیجئے اگر آنحضرت صلعم بھی دنیاوی بادشاہ ہی ہوتے تو آپؐ بھی کچھ نہ کچھ تو جمع کرتے۔ مال و دولت کا جمع کرنا تو ایک طرف رہا۔ آپؐ کو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا۔ کیا دنیاوی بادشاہوں کا یہ رنگ ہوتا ہے؟ ناممکن۔ رشتے داروں اور اقرباء کے معاملات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی بادشاہوں سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ دنیا کے بادشاہ اپنے قریبیوں اور عزیزوں کے لئے اور اپنی اولاد کی خاطر کیا کچھ تجویزیں اور قانون پاس کرواتے رہتے ہیں۔ اور ہر ممکن کوشش ان کی یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد اسی قسم کے عیش و عشرت اور دنیاوی مال و دولت سے لت پت ہو کر رہے۔ جس طرح وہ خود تھے۔ مگر یہاں کا دستور کچھ اور ہی ہے، جسے بادشاہوں سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اولاد تھے۔ بیٹیاں تھیں۔ نواسے تھے۔ چچازاد بھائی اور بھتیجے موجود تھے اور سب کے سب آپؐ کے مطیع فرمانبردار اور جان نثار تھے۔ لیکن آپؐ کو زہد و فقر میں کچھ ایسا لطف آیا کہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں کیلئے بھی یہی پسند فرمایا۔ اور اپنے بعد خلافت کی بنیاد انتخاب کے طریق پر رکھی اور "اکرمکم عند اللہ اتقکم" کے اصل کو قائم فرمایا۔ صدقہ تو آپؐ کی اولاد کے لئے پہلے ہی حرام تھا۔ ترکہ کے متعلق یہ ہدایت فرمادی کہ ہمارے مال کا کوئی وارث نہ ہو بلکہ وہ صدقہ کر دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃٌ۔" (مسلم جلد ۲ ص۷۲)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپؐ کو بے حد محبوب تھیں۔ جب حضورؐ کے پاس تشریف لاتیں۔ آپؐ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ ایسی پیاری لڑکی آنحضرتؐ کے پاس گھر کے کام کاج اور چکی پیسنے اور خود پانی بھر کر لانے کی مشقت کا دکھڑا روتی ہے۔ اور کنیز و خادم کی درخواست کرتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:۔

"ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا۔ اور جب تک ان کا بندوبست نہ ہو جائے۔ اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔" (ابوداؤد جلد ۲ ص۳۲۳)

اور ایک روایت میں آتا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا:۔

"سبقکن یتامیٰ بدرٍ۔ تم سے بدر کے یتیم مقدم ہیں۔" (ابوداؤد جلد ۲ ص۳۴۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آخر اپنی اس لاڈلی بیٹی کو جو دیا وہ یہ تھا کہ ۳۳ تینتیس دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ اور ۳۳ تینتیس دفعہ ہی الحمد للہ اور ۳۴ چونتیس دفعہ اللہ اکبر سوتے وقت پڑھا کرو کیونکہ کنیز اور خادم تو اس کے مقابلہ میں کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتے۔

"خیر لکما من خادم۔ تمہارے لئے خدمتگزاروں سے یہ بہتر ہوگا" (ص ۳۴۲ ابوداؤد جلد ۲)

کیا دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایسا بادشاہ پیش کیا جا سکتا ہے جو اپنے لئے اور اپنی اولاد اور اقرباء کے لئے اس قسم کا زہد و فقر ورثہ میں اور اس قسم کا روحانی ساز و سامان عنایت کرے کبھی ایک ہی نظیر پیش کرو؟

قانون کا بے نظیر احترام

دنیاوی بادشاہ اور ان کے اقرباء قانون سے مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں۔ خود ہمارے ہندوستان میں راجوں مہاراجوں کا یہی دستور ہے اور انگلستان میں بھی اسوقت تک یہی دستور ہے۔ کہ بادشاہوں کو پابندئ قانون سے ایک بالا ہستی تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اپنی ذات کو بھی قانون قواعد سے خارج نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ آپؐ کے ہاتھ سے ایک صحابی کو معمولی سی چوٹ لگ گئی۔ تو قصاص دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور صحابی سے کہتے ہیں "مجھ سے قصاص لے لو"

غزوہ بدر کے موقعہ پر دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپؐ کے چچا عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے۔ تمام قیدیوں سے فدیہ لیکر انہیں رہا کیا جاتا ہے۔ بعض نیک دل انصار نے یہ سمجھ کر کہ عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں آپؐ سے عرض کی۔ کہ ہم عباس کا زرفدیہ معاف کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا:۔

"واللہ لا تذرون منہ درھما۔ تمہیں خدا کی قسم ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔"

(بخاری باب فداء المشرکین)

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوتی ہے۔ اسامہؓ بن زیدؓ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی محبت تھی صحابہ انہیں سفارش بنا کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "کیا تم حدود خداوندی میں سفارش کرتے ہو؟"

پھر آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا:۔

"انما ھلک من کان قبلکم انھم کانوا یقیمون الحد علی الوضیع و یترکون الشریف والذی نفسی بیدہ لو فاطمۃ فعلت ذالک لقطعت یدھا تم سے پہلے کی امتیں اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو تسامح کرتے اور معمولی آدمی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجرم ہوتے تو سزا پاتے خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ سرقہ اور چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی میں کاٹ دیتا" (بخاری کتاب الحدود صلاا)

دنیا کے بادشاہ کیا اسی طرح قانون کا احترام اور عدل و انصاف کیا کرتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے وبس۔

خود پسندی اور تعریف وثنا سے نفرت

دنیاوی بادشاہتوں کے مالک خود پسندی اور بے جا مدح و تعریف کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں بڑے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بڑے خطابات اور القاب کو اپنے لئے دیکھ کر پھولے نہیں سماتے (ملکہ الزبتھ اور ہنری ہشتم کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے خود پسند اور اپنی مدح و تعریف کے بھوکے تھے۔ اور باقی بادشاہوں کا بھی یہی حال ہے) مگر جس قسم کی بادشاہت کا ہم ذکر رہے ہیں اس کا بادشاہ کوئی نرالا ہی بادشاہ تھا۔ بیجا مدح و تعریف تو ایک طرف رہی جائز تعریفات سے بھی رہ کتے۔ عبداللہ بن شخیر کا بیان ہے کہ بنی عامر کی سفارت کے ساتھ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی "یا رسول اللہ آپ ہمارے سید اور آقا ہیں"، لیکن آپ نے اِس سے منع فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اسماء ہیں محمد۔ احمد۔ بشیر نذیر وغیرہ۔ مگر آپ کے اسماء میں کہیں بھی خاقان۔ قیصر۔ کسریٰ۔ قدیر ملک الملوک۔ بادشاہ۔ سلطان وغیرہ کے الفاظ نہیں دکھائی دیتے۔ اگر آپ بادشاہ ہوتے تو کوئی نام تو ان میں سے بھی آپ کا ہوتا۔ اسی طرح بادشاہت کے دوسرے لوازمات قصر و ایوان۔ محلات و عمارات۔ تخت و تاج کا نام تک دکھائی نہیں دیتا۔ نہ کوئی دربار ہے نہ حاجب نہ باڈی گارڈ ہے کوئی نہ ایڈی کانگ۔ نہ ہی فوج و سپاہ ہے نہ ہی کہیں خیل و حشم کا وجود ہے۔ ریورنڈ پادری غلام مسیح صاحب سابقہ ایڈیٹر نور افشاں اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کے اسماء اور القاب سے آپ کی خصلت و سیرت کا پتہ لگتا ہے۔ آپ کے اسماء میں سے محمد۔ شاہد۔ نذیر۔ بشیر۔ محمد رسول اللہ نہایت مشہور و معروف اسماء ہیں۔ ہمیں اس فہرست میں سردار۔ سردار قریش۔ سردار عرب۔ فاتح عرب۔ بادشاہ عرب وغیرہ القاب نہ ملنے سے ضرور تعجب ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام نے آج تک لاریب آپ کی زندگی کا۔ زندگی کی خدمات کا۔ آپ کی فتوحات اور آپ کی جنگوں کا اور آپ کی بہادری و شجاعت کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ آپ وصال الٰہی سے پیشتر کل عرب کے مالک و مختار ہو چکے تھے۔ مگر تاریخ اسلام نے کسی جگہ آپ کو تخت سلطنت پر متمکن ہوتے نہیں دکھایا۔ کہیں آپ کے شاہانہ لباس کا ذکر نہیں کیا۔ کہیں آپ کی تاج پوشی کا تذکرہ نہیں کیا۔ کہیں آپ کے اپنے لئے شاہی محل تعمیر کراتے نہیں دکھایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کی تمام عمر میں تاریخ اسلام نے آپ کے زمانہ زندگی میں صرف ایک ہی عمارت تعمیر کرائی۔ جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ بھی خانہ خدا تھی۔ عبادت خانہ تھی۔ کیا ہم ان حالات کو معلوم کرکے سخت متعجب نہیں ہوتے۔" (الفضل خاتم النبیین نمبر ۱۹۲۹ء)

یقیناً ہر ایک وہ شخص جو آپ کی لائف کا مطالعہ کریگا اور تعصب وعناد کی بندھنوں سے آزاد ہو کر غور کریگا وہ اس نتیجہ تک پہنچیگا۔ جس پر پادری صاحب پہنچے ہیں۔ بشرطیکہ انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ پادری صاحب اپنے اس مضمون کے ابتداء میں لکھتے ہیں:۔

"میرے مسیحی ہونے کے اعتبار سے اور مسیحیوں کے مروجہ طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لونگا یا آپ کی شان میں کوئی ایسا اضافہ کرونگا جو اہل علم اصحاب کی آگاہی سے باہر ہو تاہم ایک مسیحی کی زبانی آنحضرت کے پاکیزہ خصائل پر وہ منصفانہ رائے معلوم ہوسکتی ہے۔ جو مسیحیوں کے اس طبقہ کے اصحاب میں پائی جاتی ہے جس نے اسلامی لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا ہے۔" (الفضل خاتم النبیین نمبر ۱۹۲۹ء صہ ۳۲)

کاش وہ اصحاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی رنگ کا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔ وہ کم ازکم پادری صاحب موصوف کی طرح "اسلامی لٹریچر کا بغور مطالعہ" کریں اور اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔

آنحضرت کا جنگ و جدال قیام امن کے لئے تھا

دنیاوی بادشاہوں کا جنگ و قتال خود غرضی۔ نفس پروری پر مبنی ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ ملک میں امن و امان قائم کیا جائے۔ اور زیادہ مصائب و مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں محض قیام امن اور آزادی ضمیر اور دفاع کی غرض سے لڑی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ بادشاہ نہ تھے تو یہ جنگیں کیوں لڑیں۔ حالانکہ جن حالات میں آنحضرت صلعم کو بدل ناخواستہ یہ قدم اٹھانا پڑا کوئی عقلمند ان حالات میں جنگ کو برا نہیں کہ سکتا۔ اور جس غرض کے لئے آپ نے اس میدان میں قدم رکھا وہ نہایت ضروری اور لابدی تھا۔ اگرچہ یہ مسئلہ اپنی مباحث کے لحاظ سے تفصیل کا مقتضی ہے۔ تاہم قرآن مجید اور چند مخالفین کی شہادات ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی جنگیں صرف ڈیفنس اور دفاع اور قیام امن کی خاطر تھیں نہ کسی دنیاوی فائدہ کے حصول کے لئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلی آیت جہاد بالسیف کے متعلق ۱۵ راگست ۶۲۳ء کو نازل ہوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(زرقانی بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین جلد۲) جبکہ آپؐ کو مدینہ آئے ایک سال کا عرصہ گذر چکا تھا اور وہ آیت یہ ہے:- "اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و انّ اللہ علیٰ نصرھم لقدیرہ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الّا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدّمت صوامع و بیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیزہ (سورہ حج) اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی مسلمانوں کو جن کے خلاف کفّار نے تلوار اُٹھائی۔ کیونکہ وہ (مسلمان) مظلوم ہیں اور ضرور اللہ تعالےٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ وہ ظلم کے ساتھ اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اِس بناء پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ (تعالیٰ) ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نہ روکے (دفاعی جنگ کی اجازت دیکر) ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف تو یقیناً راہبوں کے صومعہ اور عیسائیوں کے گرجے اور یہود کے معابد اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت کے ساتھ خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ سے تباہ و برباد کردی جائیں اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔"

اِس آیت کے الفاظ جس وضاحت اور خوبی کے ساتھ اسلامی جنگوں کی غرض و غائیت بتلا رہے ہیں وہ کسی تفسیر کے محتاج نہیں۔ سیرۃ خاتم النبیین حصّہ دوم میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؐ صاحب ایم اے نے اس مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون رقم فرمایا ہے۔ جس سے بہتر مَیں نے اس وقت تک کوئی اور مضمون نہیں دیکھا اس مضمون کی صرف چند ابتدائی سطور جو آیت مندرجہ بالا کے تحت میں آپنے تحریر فرمائی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

"اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس آیت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ کہ اس جنگ میں ابتداء کفار کی طرف سے تھی۔ جیسا کہ "یُقَاتَلُوْنَ" کے لفظ سے ظاہر ہے دوسرے یہ کہ کفار مسلمانوں پر سخت ظلم کیا کرتے تھے۔ ان کے یہی مظالم جنگ کا باعث تھے جیسا کہ "بانھم ظلموا" کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ کفّار کی غرض یہ تھی کہ دین اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کردیں جیسا کہ "لھدّمت" کے لفظ میں اشارہ ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمانوں کے اعلان جنگ کی غرض خود حفاظتی اور دفاع تھی جیسا کہ "لولا دفع اللہ الناس" کے الفاظ سے پایا جاتا ہے۔ الغرض یہ آیت کریمہ جو جہاد بالسیف کے متعلق سب سے پہلی آیت ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کمال صفائی کے ساتھ یہ بتلا رہی ہے کہ ان جنگوں میں ابتداء کفار کی طرف سے تھی جو اسلام کو بزور مٹانا چاہتے تھے اور مسلمان مظلوم تھے اور انہوں نے محض خود حفاظتی اور دفاع میں تلوار اُٹھائی تھی۔" (صفحہ ۶۶)

اگر غور کیا جائے تو یہی ایک آیت مخالفین اسلام کے ان تمام اعتراضات کا مکمّل جواب ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جنگوں پر کیئے جاتے ہیں ؁

آنحضرت اور بنو قریظہ کا واقعہ قتل

مسیحی مستشرقین کی طرف سے عموماً بنو قریظہ کے واقعہ قتل کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ واقعہ ہُوا اور بنو قریظہ قتل کیئے گئے۔ لیکن جن حالات اور واقعات کے پیش نظر یہ وقوعہ پیش آیا۔ اگر اُن پر ٹھنڈے دل اور انصاف سے غور کیا جائے تو بھی کسی شخص کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت صلعم کا جنگ و جدال ملک گیری یا حصول بادشاہت یا اور کسی دنیاوی غرض سے تھا۔ افسوس ہے کہ مَیں تفصیلات میں نہیں جا سکتا تاہم ایک دشمن اسلام مسیحی مستشرق کے ریمارکس کو جو اس واقعہ کے متعلق اس نے اپنی تصنیف Mohammed میں کیئے ہیں ذیل میں درج کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ جس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ فیصلہ (اگرچہ آپؐ کا نہیں تھا) عین انصاف اور قیام امن کیلئے از بس ضروری تھا۔ وہ لکھتا ہے :-

"The great invasion, which Mohammad declared to have been miraculously frustrated was due or believed to be due, to the propaganda of the members of the Banu-Nazir whom the Prophet had been satisfied with banishing. Should he banish the Kurezah, he would merely be setting free a fresh set of propagandists. On the other hand, those who had taken part openly with the invaders of Madina could not very well permitted to remain there. To banish them was unfare; to permit them to remain was yet [illegible] Hence they must die."

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غزوہ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمدؐ صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا اور بنو نضیر کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا یا کم از کم یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ انکی کوششوں کا نتیجہ ہے اور بنو نضیر وہ تھے جنہیں محمدؐ صاحب نے صرف جلا وطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا محمدؐ صاحب بنو قریظہ کو بھی جلا وطن کر کے اپنے خلاف اشتعال انگیز کوششیں کرنے والوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ کر دیں؟ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں بھی نہیں رہنے دی جا سکتی تھی جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلا وطن کرنا غیر محفوظ تھا مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔" (محمدؐ مؤلفہ مارگولیس)

درحقیقت یہ لوگ باغی۔ غدار اور پرلے درجہ کے عہد شکن تھے۔ اور کوئی قانون ایسے لوگوں کے لیے سوائے موت کے نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ اس حد تک پہنچ چکے تھے۔ پھر بھی آنحضرت صلعم نے ان کے قتل کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ بلکہ خود بنو قریظہ نے سعد بن معاذؓ کو ثالث مقرر کر کے اپنے لئے آپ فیصلہ کروایا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دخل نہ تھا۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کی جنگوں سے غرض ملک گیری قتل و خونریزی تھی تو آپؐ ہرگز ہرگز ایسے قوانین اور ہدایات نہ مقرر فرماتے۔ جو آپؐ کی امن پسندی اور صلح جوئی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور دنیا کی کسی حکومت میں ان کا نام و نشان تک نہیں۔ آج بھی جبکہ بعض حکومتیں اپنے کو مہذب خیال کرتی ہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہے۔ کہ جب بھی لڑائی یا جنگ کا موقع پیش آئے نہ وہ عورتوں کو دیکھتے ہیں نہ بچوں کا انہیں خیال ہوتا ہے۔ بوڑھے اور ضعفاء کا پاس تک نہیں ہوتا۔ باغات و فصلیں حیوانات وغیرہ ان کی خون آشام تلواروں سے نہیں بچ سکتے۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو دیکھیں اور پھر آپ کے عمل کا ملاحظہ کریں تو عقل انسانی حیرت زدہ ہو جاتی ہے کہ دوران جنگ میں بھی اس قسم کا عفو اور صلح پسندی! اور یہ حسن سلوک!!

احادیث میں آتا ہے۔ کہ جب کبھی آپ فوجی دستہ روانہ فرماتے تو اسے نصیحت کرتے:۔

"اغزوا باسم اللہ و قاتلوا فی سبیل اللہ ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدًا ولا امراۃً ولا تقتلوا اصحاب الصوامع ولا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراۃ واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔

اے مسلمانو! نکلو اللہ کا نام لیکر اور لڑو محض اللہ کی خاطر۔ مگر غدر اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نہ کسی قوم سے دھوکا و عہد شکنی کرنا اور نہ دشمن کے مقتولوں کا مثلہ کرنا۔ اور نہ بچوں۔ عورتوں اور رہبانوں کو قتل کرنا اور نہ بہت بوڑھوں کو قتل کرنا اور ملک میں صلح اور آشتی کو قائم کرنا۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔"

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب آپ کسی فوج کو روانہ فرماتے تو یہ نصیحت فرماتے کہ "پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا آبادیوں کو ویران نہ کرنا"

کیا ان ہدایات اور حالات کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی بادشاہوں کے رنگ میں جنگ و قتال اور خون ریزی کی؟ حاشا و کلاّ۔

اور کیا دنیا کے بادشاہ اس طریق پر اپنی جنگوں کو چلاتے ہیں؟ خود غرضی دنیاوی بادشاہوں کے مدنظر ہوتی ہے ملک میں امن و امان ان کا نہ مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے وہ کوشاں ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی پاکیزہ صحبت اور صحابہؓ کی بے نظیر اطاعت

مادی حکومتوں اور سلطنتوں کے حکمرانوں سے اہل دنیا اپنے تعلقات قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے احکام کی تعمیل و فرمانبرداری بھی کرتے ہیں مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کے قلوب جذبہ اطاعت سے معمور ہوتے ہیں۔ یا ان کے دل بھی ان لوگوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ صرف ظاہرًا فرمانبرداری اور تعمیل احکام ہوتی ہے اور ان تمام کا ماحصل ملکی اور سیاسی فوائد کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ وسلم سے صحابہؓ کو ایک عشق تھا۔ ان کے جسم ہی نہیں بلکہ قلوب بھی منقاد و مطیع تھے۔ احکام کی تعمیل میں جو صحابہ کرامؓ نے شاندار نمونہ دکھایا ہے وہ آپؐ کی قوت قدسیہ اور صحابہؓ کی اطاعت کا ایک بے نظیر و لا مثال نمونہ ہے۔

امریکہ باوجود اپنی پوری کوشش کے شراب کو نہیں روک سکا اور اُسے اپنی ناکامی کا یوں اعتراف کرنا پڑا ہے کہ پچھلے دنوں ممانعت شراب کے قانون کو منسوخ ہی کر دیا ہے۔ لیکن یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ارشاد ہی کی دیر تھی کہ یک لخت دن رات شراب میں بدمست رہنے والے اس طرح پر اسے متروک کر دیتے ہیں کہ گویا کبھی پینے کی عادت ہی نہ تھی۔ حدیث میں انس بن مالکؓ سے روایت آتی ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو مدینہ کی گلیوں میں حرمت شراب و اعلان کیلئے روانہ فرمایا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مکان میں ابوطلحہ انصاری اور بعض دوسرے صحابیوں کو میں شراب پلا رہا تھا ہم نے اس اعلان کو سُنا تو ابوطلحہ نے کہا کہ سنو! یہ کیا اعلان ہے معلوم ہوا کہ شراب کو حرام کر دیا گیا ہے ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ فوراً "اٹھو" اور شراب کے مٹکے بہا دو" (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ مائدہ)

اور اسی باب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص کے اعلان کو سُن کر کسی نے یہ نہیں کہا کہ پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحقیق تو کر لو کہ یہ شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔ بلکہ فوراً سب نے اپنے ہاتھوں کو جام ہائے شراب سے روک لیا۔ اور شراب نوشی سے دفعۃً رُک گئے۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ مائدہ)

اسی قسم کی اور بھی بعض روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح شراب کے متوالوں نے یک وقت اسے ترک کر دیا۔ اور جس انشراح و رضا سے تعمیل حکم کی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اثر اور آپ کی صحبت پاکیزہ کا شاندار نتیجہ اور صحابہؓ کی اطاعت کی ایک دلچسپ مثال ہے۔ جس کا دنیاوی بادشاہ اور ان کی رعایا میں تلاش کرنا عبث ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کی اس بے نظیر تبدیلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

کم شارب بالرشف دنّا طافحا ۔۔۔ فجعلته فی الدین کالنشوان
کم محدث مستنطق العیدان ۔۔۔ قد صار منک محدّث الرحمان
کم مستہام للرشوف تعشقا ۔۔۔ فجذبته جذبا الی الفرقان
احییت اموات القرون بجلوۃ ۔۔۔ ماذا یماثلک بھٰذا الشان
ترکوا الغبوق وبدّلوا من ذوقه ۔۔۔ ذوق الدعا بلیلة الاحزان

(آئینہ کمالات اسلام صـ۳ بحوالہ القصائد الاحمدیہ)

کیا دنیاوی بادشاہوں کے متبعین میں بھی اس قسم کی وارفتگی اور اطاعت کا نظارہ دکھایا جا سکتا ہے؟ کیا دنیاوی بادشاہوں میں بھی اس قسم کا جذب۔ اور مقناطیسی کشش پیش کی جا سکتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں تھی؟

اِن گذشتہ اوراق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات۔ اقوال و افعال سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپؐ میں دنیاوی بادشاہوں والی کوئی بات نہ تھی۔ بلکہ آپؐ کا ہر ایک فعل و قول سادگی۔ فقر۔ تواضع اور انکسار صلح اور امن اور بنی نوع انسان کی ہمدردی سے پُر نظر آتا ہے۔ پس ایسے انسان کو دنیاوی بادشاہ یا دنیاوی بادشاہوں سے نسبت دینا صریح ظلم اور بے انصافی ہے +

باب سوم :- آنحضرتؐ کی بادشاہت دراصل خلافت الٰہی تھی اور چند مخالفین کی شہادتیں

جب یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم دنیاوی بادشاہ نہ تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عام طور پر دنیاوی بادشاہ "بادشاہ" کے لفظ سے ہی پکارے جاتے ہیں۔ اور بادشاہت سے مراد دنیاوی بادشاہت لیجاتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت کو ہم کن الفاظ اور کس رنگ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعبیر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ثابت شدہ امر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ۔۔۔۔ امم اربعہ اور تمام ملک عرب کی حکومت کی باگ ڈور آپؐ کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ پس کوئی ایسا لفظ تجویز کرنا ہوگا جس میں آنحضرتؐ کا اصل منصب یعنی نبوّت و رسالت اور آپؐ کی حکومت کا مفہوم بھی اُس میں پایا جاتا ہو۔ تا آپؐ کی بادشاہت اور دنیاوی بادشاہتوں میں جو حقیقی امتیاز ہے وہ ظاہری امتیاز بھی قائم ہو جائے ۔

آنحضرتؐ صلعم اور سیاست فاضلہ

سو اس کے لئے ہم کتب اخلاق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو ان کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہت دوٗ قسم کی ہوتی ہے ایک بادشاہت تو وہ جو عام دنیاوی بادشاہوں والی ہے۔ اور دوسری بادشاہت وہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا پہلی قسم کی بادشاہت کو "تغلّب" اور دوسری قسم کی بادشاہت کو "امامت" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

"اوّل سیاست فاضلہ باشد کہ آنرا امامت خوانند و غرض ازاں تکمیل خلق بود و لازمش نیل سعادت دوم سیاست ناقصہ بود کہ آنرا تغلّب خوانند و غرض ازاں استعباد خلق بود و لازمش نیل شقاوت۔ و سائس اوّل تمسک بعدالت کند و رعیت را بجائے اصدقاء دارد و مدینہ را از خیرات عامہ مملو نماید و خویش را مالک شہوات دارد و سائس دوم تمسک بجور کند و رعیت را بجائے خول و عبید دارد و مدینہ را از شرور عامہ مملو نمائید و خویش را بندہ خواہشات دارد۔ و خیرات عامہ امن بود و سکون و مودّت با یکدیگر و عدل و عفاف و لطف و وفا و امثال آں۔ و شرور عامہ خوف بود و اضطراب و تنازع و جور و حرص و عنف و غدر و خیانت و سخرگی و غیبت و مانند آں"

یعنی "بادشاہت و سیاست کی دوٗ قسمیں ہیں ایک سیاست فاضلہ ہوتی ہے۔ کہ جسے امامت کہتے ہیں اور اس کی غرض تکمیل اخلاق ہوتی ہے اور اس سے حصول سعادت ہوتا ہے۔ دوسری سیاست ناقصہ ہوتی ہے۔ جسے تغلّب سے تعبیر کرتے ہیں جس کی غرض مخلوق کو غلام بنانا اور اس سے شقاوت و بدبختی کا حصول ہوتا ہے۔ سائس اوّل عدالت و انصاف پر گامزن ہوتا ہے رعیّت کو دوستوں کی طرح سمجھتا ہے اور شہر کو خیرات عامہ سے بھر دیتا ہے اور خواہشات نفسانیہ پر قابو و قبضہ رکھتا ہے اور سائس دوم جور و ستم کو اختیار کرتا ہے۔ اور رعیّت کو خادم و غلام سمجھتا ہے۔ اور شہر کو قسم قسم کی شرارتوں اور فسادوں سے تباہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو خواہشات نفسانیہ کا غلام اور بندہ بنا لیتا ہے۔

خیرات عامہ سے مراد امن و سکون۔ ایک دوسرے سے محبت و پیار کا سلوک۔ عدل و انصاف۔ پاکدامنی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ایفاءِ عہد اور ان جیسی خصائل سے شہر رونق پذیر ہو۔ اور شرورِ عامہ سے مراد یہ ہے کہ شہر اور اہلِ شہر میں خوف و اضطراب ہو۔ ظلم و ستم اور ایک دوسرے سے لوگ لڑائی دنگا کرتے ہوں حرص۔ عہد شکنی۔ سختی۔ خیانت و تمسخر و استہزا اور غیبت وغیرہ بُری باتیں پائی جاتی ہوں " (اخلاق ناصری ص۲۳۲)

امامت اور سیاست فاضلہ کا مصداق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے افعال و اقوال میں سے مشتے از خروارے گذشتہ اوراق میں جو چند واقعات اور آپؐ کے پاکیزہ اخلاق کو بیان کیا گیا ہے۔ اُس سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی بادشاہت اور سیاست، سیاست فاضلہ کی مصداق ہے۔ اور تمام وہ امور جو سیاست فاضلہ کیلئے کتب اخلاق میں بیان کیئے جاتے ہیں اُن سے بڑھکر آپؐ میں موجود ہیں۔ اور وہ امور جو سیاست ناقصہ یا تغلب سے متعلق ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی آپؐ میں نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا آپؐ کی بادشاہت کو لفظ بادشاہت سے تعبیر نہیں کرسکتے۔ بلکہ

امامت اور خلافت ایک ہی بات ہے

امامت سے تعبیر کرینگے۔ اور یہی امامت بمطابق مقولہ "السلطان ظل اللہ" خلافت کہلائیگی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "خلیفۃ اللہ" ہیں اور آپؐ کی بادشاہت و سلطنت "خلافت الٰہیہ" ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپؐ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ اور ہر ایک ساعت۔ آپ کا ہر ایک فعل اور آپ کا ہر ایک خلق اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ جہاں آپؐ کی خلوت و جلوت نورِ نبوت سے منوّر ہے۔ وہاں آپؐ کی بادشاہت و حکومت بھی آفتابِ رسالت سے روشن ہے، برعکس اس کے دنیاوی بادشاہوں کی ہر ایک زندگی میں مادیّت کا غلبہ اور زور ہوتا ہے اور ان کے ہر کام میں دنیاوی اشیاء کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ مگر آپؐ کی تمام عمر جلوہ الٰہی اور روحانیت سے لبریز دکھائی دیتا ہے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں:-

"باوجودیکہ عرب کے خزانے آپؐ کے دست تصرّف میں تھے لیکن کاشانہ نبوّت میں نہ کوئی نرم بستر تھا۔ نہ غذائے لطیف نہ جسم مبارک پر خلعت شاہانہ نہ جیب و آستین میں درہم و دینار۔ عین اس وقت جب اس پر قیصر و کسریٰ کا دھوکا ہوتا تھا۔ وہ گلیم پوش مکہ کا یتیم اور آسمان کا معصوم فرشتہ نظر آتا تھا" (سیرۃ النبی جلد ۲)

آنحضرتؐ کی مدنی زندگی خلافت الٰہی کا ثبوت ہے

اس حقیقت کے پیش نظر کہ آپؐ کی بادشاہت دراصل خلافت الٰہیہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی مدنی زندگی جب شاہی سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ تو اس میں بھی وہی مکہ والی سادگی۔ زہد و فقر۔ عدل و انصاف۔ تقشف سے ناپسندیدگی اور فخر و امتیاز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے بے نیازی تکبّر و غرور سے نفرت۔ صلح و آشتی سے محبّت وغیرہ خصائل حمیدہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں اور باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے قطعاً کوئی بادشاہوں والی بات نہیں پائی جاتی۔ جرمن کا مشہور پروفیسر

نولڈک اور آنحضرت صلعم مسیحی مستشرق Noldik (نولڈک) اپنے ایک مضمون کے دوران میں یہ لکھنے پر مجبور ہوا ہے۔ کہ:۔

Although on the whole, even after he had become ruler of all Arabia he maintained the original poverty and simplicity of his establishment, never set store by money and estate, eating and drinking and soft clothing, strictly continued to fast and watch and pray after his first fashion and that, too, plainly out of a heart felt need and without any ostentation ....

بحیثیت مجموعی تمام ملک عرب کا بادشاہ بن جانے کے بعد بھی اس نے (آنحضرت) اپنے نظام کی اصلی اور ابتدائی سادگی اور غربت کو بحال رکھا مال کے جمع کرنے اور جائیداد کے پیدا کرنے سے محترز رہا۔ اور اسی طرح اپنے خورد و نوش میں سادگی کو قائم رکھا۔ اور نرم و ملائم لباسوں سے محترز اور مجتنب رہا۔ بلکہ اس ترقی کے بعد بھی صوم و صلوٰۃ کا پابند رہا۔ اور یہ سب کچھ نمود و نمائش سے معرّا تھا۔ اور یہ سب کچھ اُس نے ضرورت اور قلبی احساس کے ماتحت کیا“

(انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۶ صفحہ ۵۶۱)

سیل اور آنحضرت صلعم مسٹر Sell (سیل) لکھتا ہے:۔ ”میں نے کافی ریسرچ (Research) اور تحقیقات کی۔ لیکن کوئی ایسا ثبوت نہیں پایا کہ محمدؐ صاحب کے دعوئ رسالت کو باطل قرار دے“

بحوالہ الفضل خاتم النبیین نمبر ۱۹۳۱ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنل سائیکس اور آنحضرت صلعم اسی طرح لفٹنٹ کرنل سائیکس لکھتا ہے:۔

"محمد صاحب کی لائف اور حالات زندگی کا غور سے مطالعہ کرنے والا ان کی سچائی۔ اخلاقی جرأت۔ خلوص نیت۔ سادگی۔ رحم و کرم کا اقرار کیئے بغیر نہیں رہ سکتا"

(بحوالہ الفضل خاتم النبیین نمبر ۱۹۳۱ء)

ع والفضل ما شهدت به الاعداء

خاتمہ سخن پس ان شواہد کے ہوتے ہوئے۔ اور ان دلائل و بیّنات کی موجودگی میں یہ کہنا کسی طرح بھی درست ہو سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عقلمند انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خیال صحیح قرار دے سکتا ہے۔ کہ:۔

"مدینہ میں آکر اسلام نبوّت کا منصب چھوڑ کر سلطنت بن گیا تھا۔ اور اب اسلام کے معنے بجائے اس کے کہ خدا پر ایمان لایا جائے یہ رہ گئے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکومت و بادشاہت تسلیم کر لی جائے" (انسائیکلوپیڈیا بعنوان "اسلام")

الغرض آپؐ کے حالات زندگی اقوال۔ افعال اور اخلاق سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ بلحاظ اپنے منصب و مقام کے نبی اور رسول تھے۔ اور آپؐ اُن معنوں میں ہرگز ہرگز بادشاہ نہ تھے جن معنوں میں دنیا کے بادشاہ ہُوا کرتے ہیں بلکہ وہ بادشاہت بھی خلافت الٰہی تھی اور اس بادشاہت میں بھی نبوّت کا رنگ پایا جاتا تھا۔ وهو المقصود والمطلوب

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّدنا محمّد وعلٰی آل سیّدنا محمّد وعلٰی احمد المسیح الموعود وبارک وسلّم انّک حمید مجید

ریویو میں اعلیٰ مضامین کا سلسلہ مَیں نے پانچ چھ ایسے علمی مضامین حاصل کیئے ہیں جو ان ذی علم اصحاب نے لکھے ہیں۔ جو نہ صرف مولوی فاضل ہیں بلکہ جامعہ احمدیہ کی مبلّغین کلاس کے منتہی ہیں۔ یہ مضامین ایسے (Essay) لکھوائے گئے ہیں۔ جو بہت تیاری اور ریسرچ کے بعد قلمبند کیئے جاتے ہیں۔ ایک مضمون اسی رسالہ میں درج ہے احباب کو چاہیئے۔ کہ اس نمبر سے خریدار بنجائیں تاکہ ان مضامین نادرہ سے مستفید و مستفیض ہو سکیں *

(مینجر ریویو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب

(یا)

اسلامی پردہ

(نمبر ۶)

بے پردگی کی چھٹی مضرّت

بے پردگی نری بدکاری کے مواقع ہی کو زیادہ نہیں کرتی۔ اور صرف اسی کا ارتکاب ہی اس لعنت کے باعث نہیں بڑھتا۔ بلکہ "نظر بازی" کی بُرائی میں بھی لوگ اس کے باعث زیادہ سے زیادہ مبتلا ہوتے ہیں جو ایک قسم کا زنا صغیرہ ہے، اور اس طرح قوم کے نوجوانوں کی ہمتوں ان کے اخلاق ولولوں، بلند ارادوں، اعلیٰ تخیلات اور روحانی جذبات کی تباہی و بربادی کے لئے بے پردگی اس زہر سے کسی طرح کم ثابت نہیں ہوتی۔ جو ذائقہ میں تو شیریں ہے۔ لیکن جس کے ایک قطرہ کا ہزارواں حِصّہ بھی ہزارہا انسانی نفوس کو نہایت خاموشی، سکون اور سہولت سے ہمیشہ کی نیند سُلا سکتا ہے ؛

ابھی پچھلے دنوں کا واقعہ ہے کہ آزمیدان بمبئی میں ایک پندرہ سالہ خوبصورت پارسی لڑکی جھولا جھول رہی تھی۔ کہ اسے دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر میں ایک بڑا ہجوم بن گیا۔ لڑکی نے نظر بازی اور بے ہودہ مذاق سے تنگ آکر ہجوم کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا چاہا۔ لیکن ان نظر بازوں نے اس کے لئے جھولا سے اُترنا اور پھر آگے چلنا دوبھر کر دیا۔ پولیس کو اطلاع بھیجی اور پھر اس کی امداد سے وہ لڑکی گھر پہنچ گئی۔ یہ ایک باعث صد نفرین واقعہ ہے۔ لیکن کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ بھی نہیں "نظر بازی" کے ایسے صدہا باعث صد نفرین واقعات ہر شخص نہایت آسانی سے ہر اس طبقہ و ماحول میں مشاہدہ کر سکتا ہے جہاں بے پردگی کا دَور دَورہ ہے، ریلوے سٹیشنوں، شہر کی تفریح گاہوں، نہیں ہم کہتے ہیں راہ چلتے ہی زنان بے پردہ کو نظارہ کرنے کی بیہودہ حرکت کا ہر جگہ نہایت کثرت سے ارتکاب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں مُردوں کو الزام دینا فضول ہے۔ خود ان عورتوں کی بے حجابیاں مُردوں کی نگاہوں کو کامیاب بناتی ہیں۔ اور کون نہیں جانتا کہ اخلاق کے بگاڑ میں اس کمینگی کا بہت بڑا دخل ہے ؛

ہم پوچھتے ہیں۔ جس قوم کے افراد کے سامنے بار بار ان کے شہوانی قویٰ کو بھڑکانے والے کُھلے سامان پیش کئے جائینگے۔ کیا ان کے نفوس امّارہ کی فربہی بڑھنے کے علاوہ یہ امید بھی کی جا سکتی ہے۔ کہ ان کے نفوس مطمئنہ کی قوتیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی کبھی بروئے کار آئینگی،.... ہرگز نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ قیاس آرائی نہیں مبالغہ آمیزی نہیں، واقعات کے تتبع سے ان کے قطعی نتائج کا سچا بیان ہے۔ کہ جس قوم میں شہوت کے بھڑکانے والے سامانوں کو منظر عام پر لانیوالے اعمال وافعال کی کثرت ہوتی ہے۔ وہ کسی نعمت کی کثرت نہیں کسی فضل و برکت کی کثرت نہیں، وہ کثرت ہے بربادی افگن سامانوں کی، کثرت ہے تباہی کے عوامل کی، فراوانی ہے۔ ان اسباب کی، جن کی زیادتی جب بھی کسی قوم میں ہوئی صفحہ ہستی سے اس کا نام حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا گیا۔ اور وہ دنیا سے اس طرح محو کر دی گئی گویا کبھی اس کا وجود تھا ہی نہیں ؛

یہ تمثیل اقوام کی ہے۔ شائد بعض محدود دماغ اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ان کے لئے ہم کہتے ہیں۔ اقوام کی مثال نہیں سمجھتے تو افراد کا تصور اپنے ذہن میں بٹھاؤ۔ اور بتاؤ وہ کون باپ ہے جو ایک حسین نوجوان لڑکی اور اپنے بیٹے کے سامنے شہوانی قویٰ اور تخیلات کو بھڑکانے والے سامان بکثرت و پیہم رکھتا چلا جا رہا ہے۔ اور کھلے مواقع اختلاط کے انہیں دے رہا ہے۔ اور اطمینان سے بیٹھا ہے۔ کہ بدی کی ہر آلائش سے ان کے دامن پاک صاف رہینگے۔ اور ایک دوسرے پر ان کی ہر نگاہ ان کے قلوب میں نیکی اور پاکیزگی کا ایک تناور درخت بننے والا بیج بو دیگی۔ اور تم سمجھتے ہو کہ اس کے قلب کی یہ طمانیت غلط اور جھوٹی نہیں۔ اور وہ اپنے بچے کی روحانیت اور پاکیزگی پیدا کرنے والی قوتوں کو سلب کرکے گناہ کی گندگی سے بھرے ہوئے عمیق گڑھے کی طرف اسے دھکیل نہیں رہا؟ لیکن اگر وہ ایسا ہی کر رہا ہے۔ تو پھر کیا خیال ہے۔ تمہارا ان لوگوں کے متعلق جو قوم کے سامنے ہوس انگیز سامان رکھتے ہوئے اس کے افراد کو نظارگی کی دعوت دیتے ہیں۔ بتاؤ۔ کیا وہ یہ نہیں چاہ رہے کہ حسن کی اضطراب انگیز شعاعوں سے قوم کے افراد دوچار ہوتے رہیں اور اس طرح ان کے خرمن عقل و دانش کے ساتھ نیکی اور پاکیزگی کا سرمایہ بھی جھلس کر رہ جائے۔ یقیناً ان کی یہی خواہش ہے یہ لوگ بے پردگی کے حسین نظارے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی خوشی اس شخص کی خوشی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی جسے سخت تپش کے بعد ٹھنڈے شربت کا سم آلود گلاس ملتا ہے۔ اور وہ اپنی اندرونی سوزش کے صدقے ایک ہی سانس میں اس کے آخری قطرہ تک کو ختم کر ڈالتا.. ـ ـ ... .. ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ یہ سیال اس کی زندگی کی تمام قوتوں کو ختم کرکے خود اسے بھی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے ختم کر ڈالیگا ؛

حسن کی مثال تو ایسی ہے کہ اس کے جام سے ہونٹوں کو پیوست کرنے میں شروع میں تو انسان ایک نئی زندگی محسوس کرتا ہے لیکن جس کا انجام × × × × یہ چیز شائد محتاج بیان نہیں رہی ؛

یہ کچھ عجیب بات نہیں کہ رہا ہوں۔ یورپ و امریکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو وہاں زناکاری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی کی کثرت نہیں۔ بلکہ بے پردگی کی وجہ سے نظارہ بازی کی دلچسپیوں میں ان کی اخلاقی قوتیں اور نیکی پیدا کرنیوالی استعدادیں بھی انتہائی زوال قبول کر چکی ہیں۔ ان کا معیار اخلاق ہی بالکل تبدیل ہو چکا ہے۔ اور ان میں پاکیزگی اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے کا حوصلہ ہی نہیں رہا۔ اور اب وہ اکثر بُرائیوں کے متعلق یہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ یہ بھی کوئی بُرائی ہے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ پردہ کے نہ ہونے سے جذبات رذیلہ پیہم بھڑکتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح تہذیب و ارتقاء نفس کا کام رُک جاتا ہے ۔

بے پردگی کی ساتویں مضرّت

اس مضرّت کا بیان ہم خواتین سے اپنی معذرت کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔ یہ چیز نسوانی فطرت میں داخل ہے۔ کہ جب عورت کو یہ احساس ہونے لگے۔ کہ کسی کی نظر اس پر پڑ رہی ہے۔ تو وہ سنورنے اور نکھرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور بے پردگی کے باعث کھُلے مواقع ہیں۔ کہ غیروں کی اس پر بے روک نگاہیں پڑیں۔ ان دو حقیقتوں کو پہلو بہ پہلو رکھو۔ اور بتاؤ۔ کیا اس کا یہی نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ بے پردگی عورت کو ہر وقت سنورنے اور نکھرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اسے اکساتی ہے۔ کہ اپنے ان اوقات کا بیشتر حصہ جسے وہ مفید اور کار آمد امور میں خرچ کر سکتی تھی۔ بناؤ سنگھار میں خرچ کر ڈالے۔ وہ مجبور ہے۔ کہ وہ فیشن پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو۔ اور باہر نکلنے سے پہلے پوری طرح بن سنور کر نکلے۔ اور حُسن فانی کی جلوہ طرازیوں میں محصور ہو کر رہ جائے۔

کالجوں میں آجکل جو لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں یا کر چکی ہیں۔ ان کی مثال اس سچے نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ لڑکیوں کو ازبسکہ جوان لڑکوں کے سامنے نکلنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کی یہ کیفیت ہے۔ کہ وہ آرائش وزیبائش کے پیچھے مٹی جاتی ہیں اور اس پہلو میں ان کی حالت بالکل جنون کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔

آپ ان کے کمروں میں جائیے۔ سنگھار کی میز متفرق قسم کی کریموں۔ پوڈروں، تیل کی شیشیوں اور زنانہ بناؤ سنگھار کی متنوع چیزوں سے لدی نظر آئیگی، ان کے کاغذی پروگرام نہیں عملی لائحہ عمل پر نگاہ کیجئے۔ تو معلوم ہوگا کہ ان کا بیشتر وقت مطالعہ یا دوسرے کار آمد امور میں خرچ ہونیکی بجائے اس نگارخانہ میں بسر ہوتا ہے، ان کی زیر مطالعہ کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق ہو (جو بغیر کسی خاص جد وجہد اور کوشش کے کم ہی حاصل ہُوا کرتا ہے) تو آپ کو بظاہر دلچسپ لیکن حقیقتاً اس زہر آگین حقیقت کا علم ہوگا کہ ان میں سے بیشتر بناؤ سنگھار کے طریقوں، زیبائش و آرائش کے اصولوں اور بننے سنورنے کے قوانین کے بیان پر مشتمل ہونگی اور "نصاب جامعہ" یا چند ایک دوسری نمائشی کتابوں کے بعد وہ بہت کم ہونگی جس میں کسی کار آمد، سود مند اور ترقی بخش مضامین کو زیر بحث لایا گیا ہو ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"مغربی تیتریوں" کی حالت تو اس سے بھی بدتر ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے پاس آئینہ، کنگا اور پوڈر وغیرہ رکھتی ہیں۔ اور راہ چلتے بھی اگر انہیں فرصت مل جائے، تو سامان آرائش نکال کر سنگار کرنے لگتی ہیں۔ اور اس شان زیبائش میں وہ پارک کی سموم فضا میں جلوہ طراز ہوتی ہیں۔ اس طرح اپنے اظہار تجمل پر نازاں ہیں۔ اس کا ایک نقص تو یہ ہے۔ کہ خاوند کی آمد کا ۵۷ فیصدی حصّہ ان کی زیبائش و آرائش کی چیزوں پر اُٹھ جاتا ہے ٭

ان کے ایک ایک سموری کوٹ کی قیمت کا پلڑا ہمارے ہندوستان کے ایک اعلیٰ گھرانے کے سالانہ اخراجات کے پلڑے سے کہیں بھاری ہے۔ وہاں کی ایک فیشن ایبل لڑکی صرف اپنے پوڈر، باتھ سالٹ اور صابن کے لئے سالانہ جو خرچ کرتی ہے۔ اس سے پانچ سات افراد پر مشتمل ایک خاندان سال بھر تک ایک عام درجہ سوسائٹی میں رہ کر گذارہ کرسکتا ہے ٭

یہ محض انداز خیال، یا کوئی منشیانہ قیاس آرائیاں نہیں۔ نفس الامری حقیقتیں ہیں۔ آج مغرب اپنی عورتوں کی ایسی ہی فضول خرچیوں سے تنگ آچکا ہے، آئے دن ان کے پریس سے اس عظیم الشان نقص مدنیت کی اصلاح کے لئے آواز اُٹھتی رہتی ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں اپنے ہندوستان میں رہنے والی "میموں" کی طرز رہائش ہی کو دیکھ لو۔ اور پھر بتاؤ۔ ان کے لونڈرول، پوڈروں، گرگابیوں، جرابوں اور لباسوں کے سالانہ اخراجات کے متعلق آپ کا کیا اندازہ ہے ٭

ایک نقص تو یہ تھا۔ دوسرا نقص یہ ہے۔ کہ مغرب میں اس نمائش کے بھوت نے اس کی دُختروں کو بہت حد تک برہنہ کر دیا ہے۔ اور ہر نیا دن انہیں اور زیادہ عریانی ایسی قبیحہ حرکت کا مرتکب بنا رہا ہے۔ وہ ستر کو چھپانے اور حیوانی جذبات کو بھڑکنے سے بچانے کے لئے لباس کو اختیار نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کا لباس ہوس انگیز اور ستر کو اور زیادہ رُسوا کرنے والا ہے۔ موجودہ لباس میں ان کے جسم کا اکثر حصّہ تو پہلے کھُلا رہتا ہے۔ لیکن باقی حصّہ کے لئے بھی جو لباس ہے۔ اس کو بھی ہم ساتر نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اس حِصّہ جسم کی بناوٹ کی غمازی سے باز نہیں رہتا۔ جو اس کے تلے چھپا ہے۔ وہاں کے درزیوں اور کٹرس کی کامیابی کا راز ان لباسوں کے تیار کرنے میں ہے۔ جسے پہنکر وہ عورتیں اپنے جسمانی سڈول اور خلقی خوبصورتیوں کا حسین اور جاذب نظر مظاہرہ کرسکیں ٭

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے۔ کہ ایک فرنگی رسالہ نے ایک نہایت دلچسپ تاریخی کارٹون شائع کیا۔ جس میں اس کے مصوّر نے دکھایا۔ کہ کس طرح آج سے تین صدیاں پہلے انگلستان کی بیٹیاں برہنہ پھرتی تھیں۔ پھر اس نے عہد بعہد کے لباس کی تبدیلیاں نمایاں کی ہیں۔ تصاویر کے اس مجموعہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب سے آخر میں سوسائٹی کی ایک حسین لیڈی کو نیم برہنگی کی حالت میں دکھایا ہے۔ اور اس آخری تصویر کے بعد وہ مزاحیہ انداز میں لکھتا ہے۔ کہ " لباس کے تغیرات کی یہ تاریخ ہمیں یقین دلاتی ہے کہ آج سے دو سو برس بعد تغیرات کی یہ رفتار دنیا کے لئے زمین کے گول ہونے کا ایک اور ثبوت مہیا کریگی۔ کیونکہ یہ لڑکیاں اس وقت پھر برہنگی کے اسی نقطہ پر پہنچ جائینگی۔ جہاں سے پانسو سال پہلے انہوں نے چلنا شروع کیا تھا "

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ سُنا کر زنان فرنگ کی عریانی کی داستان کو ختم کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو ابھی کچھ ایسی مدت نہیں گذری کہ ولایت کی ایک حسین لڑکی کو جسے اپنے بے گُنہ حسن کی نمائش کا شوق چرایا تو وہ ایک پارک کی ہوس انگیز اور دلفریب کیاریوں میں اپنے ظاہری لباس کو خیرباد کہتے ہوئے صرف حُسن بے حجاب کے نورانی پردوں ہی میں مستور ہو کر مصروف گلگشت ہو گئی۔ ایک کنسٹیبل جو اس وقت ڈیوٹی پر تھا۔ اس کی اس بیحیائی کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے اس سے بیحد مؤدبانہ درخواست کی۔ کہ " معزز خاتون! آپ برہنہ ہو رہی ہیں۔ کیا آپ اپنے جسم عریاں کو کسی لباس میں مستور نہ کر لیں گی؟ " لیکن بیباک اور - - - - - - - - - شوخ چھوکری نے جس کی کمسنی کی سادگی پر جوانی کا فروغ غالب تھا۔ اس کنسٹیبل پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

" میرا جسم میری اپنی ملکیت ہے۔ میں جس طرح بھی پسند کروں اس کا استعمال کر سکتی ہوں تم مجھے اس سے روکنے والے کون ہوتے ہو "

اخبارات میں شائع شدہ اس سچے اور مبنی بر واقعہ بیان کو پڑھیئے۔ اور ماتم کیجیئے۔ ان سوائے انسانیت عورتوں کی اخلاقی پستی اور گراوٹ پر۔ جس میں انہیں محض بے پردگی کے جنون نے مبتلا کر دیا ❖

ایک لاکھ آدمی مسلمان ہو گیا

چینی ترکستان میں مجاہدین اسلام کی سرفروشیوں کے طفیل ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے۔ لیکن جب سے اس سرزمین پر اسلام کا پرچم لہرایا اس وقت سے ایک لاکھ سے زائد آدمی داخل اسلام ہو چکے ہیں یہ امر باعث مسرت ہو کہ چینی ترکستان میں تبلیغ اسلام کا انتظام بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کیا گیا ہے۔ تمام بڑے شہروں میں اور قصبوں میں عظیم الشان تبلیغی ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام کی یہ ترقی چینیوں کو ایک آنکھ سے نہیں بھاتی۔ چنانچہ اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکنے کیلئے چین کی بدھ قوم عملی تجاویز پر غور کر رہی ہے۔ لیکن اسلام نور ہے وہ روز بروز بڑھتا جائیگا۔ انکی مخالفت و شرارت کا اسلام کی ترقی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا سچ ہے سے

چراغے را کہ ایزد برفروزد ❖ ہر آں کو پف زند ریشش بسوزد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

حیات و وفات مسیحؑ

یہ ایک مسلّمہ امر ہے۔ کہ جس وقت دنیا میں گمراہی اور ضلالت کا جال پھیل جاتا ہے۔ اور لوگ اپنے مالک حقیقی کو فراموش کر دیتے ہیں۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ اپنا کوئی پیارا نبی مبعوث فرماتا ہے تا لوگوں کو چاہ ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر چلائے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ بھی اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی فرستادہ بھیجتا۔ چنانچہ ارحم الرحمین خدا نے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی کو عین موقع پر جبکہ دنیا گمراہی ضلالت اور کفر و بدعت کے عمیق گڑھے میں گری تھی۔ مبعوث فرمایا تا دنیا کو صراط مستقیم پر چلائے اور بجائے تثلیث کے توحید کو دنیا میں قائم کرے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلالت از سرِ نو قائم کرے۔ اور ایک ہی مذہب یعنی اسلام دنیا میں قائم کرے۔ سو عین وقت پر حضورؑ تشریف لائے اور اپنا کام کر کے مظفر و منصور ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ نیک روحوں نے خدا تعالیٰ کے نبی کو پہچانا اور قبول کیا۔ مگر بعض نادان اور بے سمجھ لوگوں نے جن کا روحانیت میں کچھ حصہ نہیں قبول نہ کیا۔ اور آپؑ کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ اور قسم قسم کے اعتراض کرنے لگے۔ حضورؑ کی جماعت کی طرف سے ان اعتراضات کا کئی بار جواب دیا جا چکا ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے اور اب تک لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دینی ہوتی ہے۔ وہ ایسے دھوکا بازوں کی تمام تدابیر کو پس پشت ڈالتے ہوئے خدا تعالیٰ کے فرستادہ کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن ؎

ہمیشہ حق کے دشمن کا بُرا انجام ہوتا ہے ✤ وہ دنیا اور عقبیٰ میں بہت بدنام ہوتا ہے

تدابیر اور منصوبوں میں بھی ناکام ہوتا ہے ✤ مگر حق کے نبی کا اور روشن نام ہوتا ہے

بھلا خالق کے آگے خلق کی کیا پیش جاتی ہے

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نُصرت آتی ہے

چنانچہ ان اعتراضات میں سے جو وہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر کرتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ حضورؑ نے براہین احمدیہ میں حیات مسیحؑ کے عقیدے کو خود تسلیم کیا ہے۔ مگر بعد میں اس کی بزور تردید کی ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کو منجر الی الشرک قرار دیا ہے۔ بحالیکہ نبی شرک میں مبتلا نہیں ہوتا۔

سو واضح ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عقیدہ براہین میں رسمی طور پر درج کیا ہے۔ اس وقت تک چونکہ حضور کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انکشافِ تام نہیں ہوا تھا۔ اور تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں۔ اس لئے اس جمہور عقیدے کے مطابق آپ نے بھی اس عقیدے کو اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ مگر بعد میں جب خدا تعالیٰ نے اصل حقیقت آپ پر واضح کر دی۔ اور بارش کی طرح وحی نازل فرمائی کہ وہ مسیح موعود جس کے آنے کا احادیث میں ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں تو آپ نے اس کی نہایت محققانہ طور پر تردید کی۔ اور قرآن کریم سے ثابت کر دیا کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں میں حضور کی عبارت حقیقۃ الوحی سے نقل کرتا ہوں جس سے یہ امر واضح ہو جائیگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہونگے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد میں اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ نبی کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ تو اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ نبی کے کلام میں بیشک تناقض نہیں ہوتا۔ لیکن اجتہادی غلطی نبی سے ممکن ہے۔ جیسا کہ تمام علماء اہل سنت و الجماعت مانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب سیرت النبی جلد اوّل میں لکھا ہے کہ نبی سے اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم سے بھی ہوئی ہے۔ لیکن خدا اپنے نبی کو اس غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ اطلاع دیدیتا ہے۔ نیز یہ اعتراض صحیح تسلیم کرنے سے ہمارے پیشوا نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم پر بھی اعتراض پڑتا ہے اور اس طور پر اعتراض کرنے سے غیر مذاہب والوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم شروع شروع میں تقریباً ڈیڑھ سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آپ چونکہ نبوت سے پہلے اکثر مسائل میں اہل کتاب کی موافقت کیا کرتے تھے۔ اور اہل کتاب کا قبلہ بیت المقدس تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے آپؐ نے بھی اسی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا مناسب سمجھا۔ لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتایا کہ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کریں تو آپؐ نے خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ قرآن کریم کی یہ آیت سیقول السفھاء من الناس ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اگر اس عقیدے کی تبدیلی پر مورد اعتراض ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہی اعتراض وارد ہوتا ہے نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عقیدہ تبدیل کرنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تبدیل کرنا دونو کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے اہل کتاب کے عقیدے کی بنا پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مسلمانوں کے عام عقیدے کی بناء پر حیات مسیحؑ کے عقیدے کو تسلیم کیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک اسلامی روزے کے احکام نازل نہ ہوئے تھے۔ آپؐ بنی اسرائیل کی طرح روزے رکھتے رہے۔

ایک اور واقعہ بھی اس بات کا شاہد ہے۔ کہ نبی اجتہادی غلطی کر سکتا ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم سورہ توبہ رکوع ۱۰ میں منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلعم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرّۃً فلن یغفر اللہ لھم ذٰلک بانّھم کفروا باللہ و رسولہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔ کہ ان کے لئے تُو بخشش طلب کرے یا نہ کرے۔ اور اگر تُو ستّر دفعہ بھی بخشش طلب کرے اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ لیکن جب حضورؐ عبداللہ بن ابی بن سلول جو رئیس المنافقین تھا۔ اس کا جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ منافقوں کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بخشے نہیں جائینگے۔ خواہ آپؐ ستّر دفعہ بخشش طلب کریں تو حضورؐ نے فرمایا۔ میں ستّر دفعہ سے زیادہ پڑھ لونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھ لیا۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پھر اس کے متعلق توجہ دلائی اور کہا کہ حضورؐ اس آیت کے ماتحت میرا خیال یہ ہے کہ نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے تھی۔ تو آپؐ نے اعتراف کیا اور کہا ہاں درست ہے۔

پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کے فیض اور قوّت قدسیہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے نبوّت حاصل کی قرآن کریم کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جمہور عقیدے کی بنا پر یہ بھی عقیدہ لکھ دیا تو کونسی اعتراض کی بات ہوئی۔ ایسی اجتہادی غلطیاں انبیاء سابقین سے بھی بشریت کے ماتحت ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کا واقعہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب غرق ہونے لگا تو فرمایا ان ابنی من اھلی اور انہوں نے اہل سے اہل بیت سمجھا۔ حالانکہ اہل سے مراد صالحین تھے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا انہ لیس من اھلک انہ عملٌ غیر صالحٍ۔ پھر خدا تعالیٰ کا ان کو یہ کہنا کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی سے بعض دفعہ بشری کمزوری کی وجہ سے اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے ؛

اس کے علاوہ احادیث میں بھی ایسے واقعات موجود ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں اجتہادی غلطی ہوئی۔ مثلاً ایک دفعہ آپ نے کشف میں دیکھا کہ گویا آپؐ نے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے۔ جو آپؐ کے خیال میں یمن تھا۔ مگر درحقیقت اس سے مراد مدینہ منورہ تھا۔ اور آپؐ سے اس کی تعبیر میں اجتہادی غلطی ہوئی۔ پھر ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کھجوروں کو پیوند لگا رہے تھے آنحضرت صلعم ان کے پاس سے گذرے اور پوچھا پیوند کس لئے لگاتے ہو تو صحابہؓ نے کہا حضورؐ اس طرح زیادہ پھل دیتی ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس طرح نہ کرو تو شائد اس سے زیادہ پھل دیں صحابہؓ نے اس سال پیوند نہ لگایا۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال وہ بہت ہی کم پھل لائیں انہوں نے آکر حضورؐ سے کہا حضورؐ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر یہ نہیں کہا تھا ہاں بشری لحاظ سے رائے تھی۔ اپنی رائے میں میں تمہاری طرح ہوں ؛

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سوائے اس بات کے جس میں اللہ تعالیٰ نبیوں کو خبر دے باقی باتوں میں اجتہادی غلطی کر سکتے ہیں۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ غلط عقیدہ براہین میں لکھا ہے تو اعتراض کی بات نہیں۔ کیونکہ وحی الٰہی کے ماتحت نہیں لکھا ؛

ماسوا اس کے اس کا ایک جواب یہ بھی ہے۔ کہ اگر غیر احمدی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ نبی اجتہادی غلطی نہیں کر سکتا۔ تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ اور حضرت آدم علیہ السلام کے شرک کے کیوں قائل ہیں۔ اصل بات یہ ہے جیسا کہ اس آیت قرآنی سے ثابت ہے۔ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃً واحدۃً کذٰلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا (فرقان رکوع ۳) کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اپنے بندوں پر یکدم سارا بوجھ ڈال دے۔ کیونکہ اس طرح سے لوگوں پر گراں گذرتا ہے۔ اور یکبارگی بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے خالق فطرت خدا جو انسان کی طبائع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے واقف ہے۔ آہستہ آہستہ اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ پس جس طرح چھت پر چڑھنے کے لئے سب سے پہلے پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھا جاتا ہے پھر دوسری پر اور پھر تیسری پر اسی طرح آہستہ آہستہ چھت پر پہنچ جاتے ہیں اور ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کہ بغیر سیڑھیوں کے کوئی فی الفور چھت پر چڑھ جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی یہ نہیں چاہتا۔ کہ میں اپنے بندوں کے لئے یکدم تمام احکام نازل فرمادوں اور انہیں تکلیف دوں بلکہ تدریجی طور پر پہلے وہ احکام نازل فرماتا ہے جن سے وہ عادت پذیر ہو جائیں اور ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور پھر جب راسخ الایمان ہو جاتے ہیں تو باقی تمام احکام نازل فرما دیتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شروع شروع میں شراب سے نفرت دلائی اور بعد میں بالکل حرام کر دی اور بڑی سختی سے اس کا استعمال منع فرما دیا۔ لیکن اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہؓ کو خود شراب پیتے ہوئے دیکھتے تھے۔ مگر کچھ بھی نہ کہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آپؐ کے چچا حضرت امیر حمزہ کو کسی مقدمہ میں مسجد میں بُلایا گیا تو اس وقت انہوں نے اس قدر شراب پی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آکر نشے میں بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چُپ رہے۔ کیونکہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی تک کوئی ارشاد نہ ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ دنیا کو ہدایت دینے اور ان غلط عقائد کی اصلاح کیلئے آئے تھے جو اسوقت مسلمانوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے جس طرح آنحضرت صلعم کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا تھا کہ فی الفور تمام احکام نازل کر دیئے جائیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ یکدم تمام عقائد کی اصلاح ہو جائے بلکہ لوگوں کو ایک طالب علم کی طرح جس طرح وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔ روحانی ترقیات عطا کیجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ کے مصداق ہو جائیں۔ چنانچہ جب وہ راسخ الایمان ہو کر اس آیت کے مصداق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس غلط عقیدے کے متعلق اطلاع دی اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا۔ وہ آپ ہی ہیں چنانچہ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے آیت یفعلون ما یؤمرون کے مطابق اس رسمی عقیدے کی پُرزور تردید فرمائی اور دنیا کو للکار کر فرمایا کہ آنیوالا مسیح موعود میں ہی ہوں مجھے قبول کرو +

اس کے بعد جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کی عبارتوں میں تناقض ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تناقض ان دو باتوں میں ہو سکتا ہے جن کا قائل ایک ہی ہو۔ مگر یہاں پر معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ پہلی عبارت جو براہین میں درج ہے اس کے قائل حضرت مسیح موعودؑ خود ہیں اور خود اپنی طرف سے رسمی طور پر لکھی ہے مگر دوسری عبارتیں جن میں وفات مسیحؑ کو ثابت کیا ہے ان کا قائل اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر لکھی ہیں اپنی طرف سے نہیں لکھیں۔ پس ان دونوں باتوں کا قائل چونکہ ایک نہیں ہے۔ لہٰذا ماننا پڑیگا کہ ان میں تناقض نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ بعد میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس عقیدے کو منجرالی الشرک قرار دیا ہے حالانکہ پہلے خود ہی اس عقیدے کے قائل تھے گویا کہ خود شرک پر قائم تھے۔

سو واضح ہو کہ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے اسلام میں پہلے شراب حرام نہ تھی اور اس وقت جو صحابہؓ اس کو پیتے تھے ان پر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرمت شراب کی آیت نازل ہوگئی اور شراب حرام ہوگئی تو اس وقت کے بعد جو مسلمان شراب پی لے اس پر ضرور گناہ ہے۔ اسی طرح آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ جب بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتے تھے اسوقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پُرسش نہ تھی۔ مگر اب اگر کوئی مسلمان کہے کہ مَیں بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھوں یا بنی اسرائیل کی طرح روزے رکھوں تو اس کی یہ عبادتیں قابلِ قبول ہونگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتناع ہوچکا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو جب اس عقیدے کے متعلق خدا تعالیٰ نے بتایا نہ تھا اسوقت آپؑ کا اور باقی لوگوں کا کہنا کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں شرک نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو کوئی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب آپؑ کو یہ بتا دیا گیا کہ یہ رسمی عقیدہ غلط ہے۔ تو حضورؑ نے اس زمانے کے نبی۔ رسول اور مصلح ہونے کے لحاظ سے تمام لوگوں پر بطور حُجّت قرآن کریم کی تیسؔ آیات سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی جس نے ہٹ دھرمی سے کام لیا اور خدا تعالیٰ کی وحی کا انکار کیا وہ شرک کی طرف نہیں گیا تو بتاؤ اور کدھر گیا۔ ویسے بھی خدا تعالیٰ کی صفات کے ساتھ کسی کو شامل کرنا شرک ہے اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ تسلیم کرنا شرک ہے۔

اس کے بعد ایک اور اعتراض جو ہوسکتا ہے اور غیر احمدی صاحبان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں ہی یہ غلط عقیدہ درج ہے۔ اور اسی میں آپؑ کا یہ الہام اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن ہے گویا آپؑ کو غلط قرآن سکھایا گیا۔

اس کے جواب میں عرض ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اگر اس اعتراض کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بعینہٖ یہی اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ الہام ایک قرآنی آیت ہے۔ اور یہ آیت آنحضرتؐ پر بھی شروع شروع میں جبکہ ابھی قرآن کا تھوڑا سا حصہ نازل ہوا تھا اُتری تھی۔ لہٰذا اگر اس پر یہ اعتراض صحیح ہو تو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تو پورا قرآن کریم ابھی نہیں اُترا تھا پس اس سے ہم کو یہ ثبوت ملتا ہے کہ قرآن کا لفظ قرآن کریم کے بعض حصے پر بھی بولا جا سکتا ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ براہین ان قرآنی حقائق و معارف سے جو اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الہام کے ماتحت سکھلائے۔ بھری پڑی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بالکل درست کہا۔ کیونکہ قرآن کریم کا بہت سا حصہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ سکھلا چکا تھا۔ لیکن اس عقیدے کے متعلق غلط فہمی دُور کرنیکا چونکہ ابھی موقعہ نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپؑ پر یہ بات واضح نہ کی +

پھر ایک جواب اس اعتراض کا یہ بھی ہے۔ کہ بعض دفعہ اللہ ماضی کا صیغہ مضارع کے معنوں میں استعمال کرلیتا ہے۔ خصوصاً جبکہ پیشگوئی کرنی ہو۔ پیشگوئی چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شدنی امر ہوتا ہے۔ اس لئے ماضی کا لفظ استعمال کردیتا ہے۔ جیسا کہ فتح مکّہ کے متعلق اللہ تعالیٰ پیشگوئی فرماتا ہے۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا حالانکہ فتح مکّہ اس آیت کے نازل ہونے کے بہت دیر بعد ہوئی۔ اور ایسے ہی اذا جاء نصر اللہ لیکن اسلام کو غلبہ بعد میں نصیب ہُوا ہے۔ ان دونو آیتوں سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عند الضرورت ماضی بمعنے مضارع استعمال کرلیتا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے عَلّمَ ماضی بمعنے مضارع استعمال کیا ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا وہ علم دیا جس کا مقابلہ دنیا میں سے کوئی بھی نہ کرسکا +

نیز اس اعتراض کے جواب میں ایک اور بات ہے۔ جو مدِّنظر رکھنی چاہیئے اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم دو قسم کا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے اتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں سکھائیگا + ایک وہ علم ہوتا ہے۔ جو فوراً سکھا دیا جاتا ہے۔ اور ایک وہ ہوتا ہے۔ جو دماغ میں رکھکر آہستہ آہستہ سکھایا جاتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں انسان کے متعلق آتا ہے۔ خلق الانسان علّمہ البیان کہ میں نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ یکدم تمام علم سکھا دیتا ہے تو کیا انسان کو پیدا کرتے ہی تمام کا تمام علم سکھا دیا تھا اگر یہ بات تھی تو الہامی کتب وغیرہ نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ لا یحیطون بشیءٍ من علمہ کے ماتحت ایک انسان ایک علم حاصل کر ہی نہیں سکتا پس الرحمٰن علّم القرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت بھی داخل ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام میں آپؑ کے بعد کا زمانہ بھی داخل ہے +

ماسوا اس کے ایک جواب یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی ہوچکا تھا کہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطھرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں آپؑ کو عیسیٰؑ کے نام سے پکارا ہے لیکن آپؑ کا اس سے پہلے چونکہ راسخ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اس لئے آپؑ نے مصلحت الٰہی کے ماتحت اس الہام پر غور نہ کیا۔ اور اس کے دوسرے معنے کیے ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے براہین میں بھی اس رسمی عقیدے کا ردّ کر چکا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے معنے جمہوری عقیدے کو مدِ نظر رکھ کر آنحضرت صلعم کی طرح وہی کیے جو ظاہر میں مفہوم ہوتے تھے۔ جس طرح حضورؐ نے اپنے کئی مکاشفات سمجھنے میں اجتہادی غلطی کھائی۔ مثلاً یہ کہ آپؐ نے اپنی ازواج مطہّرات کے متعلق اللہ سے اطلاع پا کر کہا اسرعکنّ لحاقاً بی اطولکنّ یداً تو اس پر آپؐ کی تمام بیویاں ہاتھ ماپنے لگ گئیں کہ کس کے لمبے ہاتھ ہیں اور آنحضرت صلعم ان کو دیکھتے رہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے بھی اس کے معنے اس وقت یہی سمجھے کہ واقعی اس سے جسمانی لمبے ہاتھوں والی مراد ہے۔ ورنہ اس وقت ان کو روک دیتے۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ فوت ہوئیں تو اس کشف کے معنے کھلے کہ لمبے ہاتھ والی سے مراد وہ تھی جو زیادہ سخی ہو نیز ایک نبی کا اپنے الہام کے معنے غلط سمجھنا بھی اس کے الہام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے اور نبی کی سادگی پر دال ہے۔ ورنہ فریبی آدمی ہمیشہ تصنّع اور تکلّف سے کام لیتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض کرنا نہایت لچر اور بودا ہے ؂

ایک اور اعتراض جو ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ غلط عقیدہ براہین احمدیہ میں درج تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہین احمدیہ کی تصدیق کیوں کی؟ اس کے متعلق واضح ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الرحمٰن علّم القرآن کے ماتحت لکھا اور یہ عقیدہ چونکہ آپؑ نے رسمی طور پر اپنی طرف سے لکھا تھا لہٰذا اس پر تصدیق نہیں ہو سکتی۔ نیز آنحضرت صلعم نے ان الہامات کی بھی تو تصدیق کی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عیسیٰؑ کہکر پکارا گیا ہے۔ اور اس کی بھی تصدیق کی ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں کیونکہ یہ بھی براہین میں درج ہے۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ کی مشیّت نہ تھی کہ ابھی اس عقیدے کا بطلان کرے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ چاہا کہ اس کو اس وقت غلط قرار دیں۔ اور ویسے بھی اس غلط عقیدے کا لکھنا خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ آپؑ نے عام مسلمانوں کا عقیدہ درج کیا تھا۔ لہٰذا ثابت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی ہو ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور

”آہ نادر شاہ کہاں گیا“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے قلم سے

سرزمینِ کابل کی خصوصیت کابل کی سرزمین اس امر میں خصوصیت رکھتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تازہ نشانات اس میں پے درپے ظاہر ہو رہے ہیں۔ شاید ہندوستان کے بعد وہ دوسرا ملک ہے جس کے متعلق اس قدر کثرت سے اخبار غیبیہ اللہ تعالیٰ کے مامور اور مُرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ سے شائع کرائی گئی ہیں ؛

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی پیشگوئی ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعوئ مجددیت بھی نہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاتان تذبحان کا الہام کر کے کابل میں ان دو خونوں کی خبر دی۔ جو ناحق اور بلا سبب وہاں کیئے جانیوالے تھے۔ یعنی اوّل مولوی عبدالرحمٰن صاحب شاگرد صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل۔ اور پھر خود صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل ؛

دوسری پیشگوئی جب یہ پیشگوئی ۱۹۰۳ء میں تکمیل کو پہنچ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے متعلق پھر خبر دی۔ کہ اب تین اور آدمی وہاں سلسلۂ احمدیہ کے شہید کیئے جائینگے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ ”تین بکرے ذبح کیئے جائیں گے“

یہ الہام ۱۹۲۴ء میں آکر پورا ہُوا۔ جبکہ امیر امان اللہ خان صاحب کے عہد میں دوبارہ احمدیوں پر ظلم شروع ہُوا۔ اور پہلے جماعت احمدیہ کے مبلغ مولوی نعمت اللہ صاحب امیر امان اللہ خان کے حکم سے صرف اس جرم میں کہ وہ احمدی تھے اور احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے سنگسار کیئے گئے۔ اور ان کے چند ہفتے بعد مولوی عبدالحلیم صاحب و ملا نور علی صاحب اسی جرم میں شہید کیئے گئے ؛

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دونو الہاموں میں شہیدوں کا نام بکرے رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بکرا ایک بے ضرر جانور ہے اور اس میں شر کا مادہ بالکل نہیں ہوتا۔ اِس نام سے درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ پانچوں قتل ناحق اور ظالمانہ ہونگے۔ اور صرف صداقت اور حق کے لئے بطور قربانی کے ان کی بھینٹ چڑھائی جائیگی ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ ان ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پہلے تو امیر حبیب اللہ خان جنہوں نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو شہید کیا تھا۔ اپنے ہی رشتہ داروں کی سازش سے قتل کیئے گئے۔ اور پھر امیر امان اللہ خان جنہوں نے مؤخر الذکر پیشگوئی کو پورا کیا تھا۔ اور تین بے قصور احمدیوں کو ظالمانہ طور پر مروا دیا تھا۔ ایک سقہ بچہ کے ہاتھ سے کہ جو ایک معمولی سپاہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور صرف تین سو ۳۰۰ ہمراہیوں کے ساتھ کابل پر حملہ آور ہوا تھا۔ بُری طرح شکست کھا کر اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور ایک طاقتور بادشاہ ہونیکے باوجود توپوں اور گولہ بارود کے انباروں کے باوجود نسبتاً کمزور اور نہتی فوج کے ایک دستہ کے مقابلہ میں وہ اپنا تخت نہ سنبھال سکے۔ اور بعد اس کے کہ یورپ کے ہر ملک میں ان کا شاندار استقبال ہوا تھا۔ وہ ایک مسافر کی حیثیت میں اٹلی کے ایک گوشۂ تنہائی میں اپنی زندگی کے آخری دن گذارنے پر مجبور ہوئے +

تیسری پیشگوئی گو حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کے ساتھ ابتداء میں صرف تین سو سپاہی تھے لیکن امیر امان اللہ خان کے کابل چھوڑنے کے بعد اس کے گرد ایک بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ اور ادھر امیر امان اللہ خان نے بھی قندھار کا رُخ کیا۔ تاکہ وہاں کے قبائل کو جمع کر کے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام ملک میں خانہ جنگی کی آگ پھیل گئی۔ اور خانہ جنگی میں ہزاروں آدمیوں کا خون ہوا حتیٰ کہ عام طور پر ایک لاکھ آدمیوں کے مارے جانیکا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح ایک تیسری پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری ہوئی جس کے یہ الفاظ تھے۔ کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار آدمی مرینگے" (۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء)

کابل میں طوائف الملوکی اسوقت لوگ یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ اب افغانستان کی منظم حکومت کا خاتمہ ہے۔ ایک جاہل اور ان پڑھ آدمی جسے سیاست اور تنظیم کا کچھ بھی علم نہیں۔ برسرِ حکومت آگیا ہے۔ نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ ملک میں آئے دن لڑائی اور فساد ہوتا رہیگا۔ اور حکومت افغانستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنی ہمسایہ حکومتوں میں مدغم ہو جائیگی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا کلام پچیس سال پہلے اس فتنہ کو دُور کرنے کیلئے ایک اور شخص کو منتخب کر چکا تھا۔ جو بدامنی کی حالت کو بدل کر افغانستان میں از سرِ نو امن۔ اور طوائف الملوکی کو دُور کر کے پھر ایک منظم حکومت قائم کرنیوالا تھا۔ اور یہ شخص جرنیل نادر خان تھا۔ جو اس فتنہ کیوقت فرانس میں بیمار پڑا ہوا تھا +

چونکہ نادر خان ایک نہایت ذہین جرنیل تھے۔ بچہ سقہ کی بغاوت کے وقت ان کو بلانے کی پوری کوشش کی گئی۔ لیکن ان کی بیماری نے ان کو سر اُٹھانے کی مہلت نہ دی۔ اور وہ امیر امان اللہ خان کی امداد کیلئے وقت پر روانہ نہ ہو سکے۔ اور ایسا ہو بھی کس طرح سکتا تھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور تھا +

نادر شاہ کے متعلق پیشگوئی کی تشریح وہ پیشگوئی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلۂ احمدیہ نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی تھی۔ اور دو ۲ الہاموں پر مشتمل تھی۔ یہ الہام آپ کو ۳- مئی ۱۹۰۵ء کو ہوئے تھے۔ اور ان کے الفاظ یہ تھے۔ (۱) ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ (۲) آہ نادر شاہ کہاں گیا +

اوّل الذکر الہام درحقیقت قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔ اور جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس جنگ میں مکّہ کے تجربہ کار جرنیل اپنی ساری طاقت لیکر باہر نکلے تھے۔ اور ایک ہزار جنگجو سپاہی ان کے ساتھ تھے۔ اس کے مقابل یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی مختصر لشکر تھا یعنی کل تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور ان میں سے بھی اکثر ناتجربہ کار تھے اور بعض کے پاس ہتھیار تک نہ تھے۔ پُرانی اور کُند تلواریں یا شکستہ نیزے ان کا سرمایہ تھا۔ سواریاں بھی بہت کم لوگوں کو میسر تھیں۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اور لشکر کفار نے اپنی تعداد اور اپنے تجربہ کی فوقیت کی وجہ سے اسلامی لشکر کو دبانا شروع کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی۔ اور اس کے حکم پر ایک مٹھی کنکروں کی اُٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی۔ یہ گویا آسمانی طاقتوں کو ایک اشارہ تھا۔ اِدھر آپؐ نے مُٹھی پھینکی۔ اور اُدھر ایک تیز آندھی مسلمانوں کی پُشت کی طرف سے چل پڑی۔ اور اس کے ساتھ ریت اور کنکروں کا ایک طوفان اُٹھا۔ جس نے کفار کی آنکھوں میں پڑ کر ان کی نظر کو کمزور کر دیا۔ اور ان کے تیر بھی ہوا کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں تک پہنچنے سے رُک گئے۔ اور میدان کے درمیان میں ہی بیکار اور بے ضرر ہو کر گرنے لگے۔ اور اسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح اور مکّہ والوں کو شکست دی۔ اسی واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تُو نے کنکر پھینکے تھے۔ تو درحقیقت تُو نے نہیں پھینکے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے تھے۔ کیونکہ ان کنکروں کے پھینکتے ہی عناصر میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دشمن کو تباہ کرنے میں مسلمانوں کے شریک ہو گئے ؎

اس آیت کو بطور الہام نازل کرنیکے یہ معنی تھے۔ کہ ایک ایسا ہی واقع ہونیوالا ہے۔ جبکہ پھر ایک لشکر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت۔ اپنے سے زیادہ طاقتور لشکر کا مقابلہ کریگا۔ اور باوجود اپنی بے سرو سامانی کے وہ تھوڑا سا لشکر فتح پا جائیگا ؎

اس الہام سے ظاہر ہے کہ جن دو فوجوں میں جنگ ہو گی۔ ان میں سے ایک فوج سلسلۂ احمدیہ کی مخالفت کی وجہ سے عذاب کی مستحق قرار پا چکی ہو گی۔ جس طرح مکّہ والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا کے مستحق قرار دیئے گئے تھے اور ان کے مقابل کا لشکر گو ہو گا تو کنکروں کی طرح ناکارہ لیکن اسوقت ایک ایسے کام پر مامور ہو گا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہو گی۔ اور اسے مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا برپا کریگی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ سوائے کابل کی حکومت کے کوئی ایسی حکومت نہیں جس نے بحیثیت حکومت احمدیت پر مکہ والوں کی طرح قتل کے ذریعہ سے ظلم کیا ہو۔ اور پھر اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بددُعا کی ہو۔ جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بددُعا کی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "شاہزادہ عبداللطیف کیلئے جو شہادت مقدر تھی۔ وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ انہ من یأت ربہ مجرماً فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیٰی" یعنی جو خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم ہو کر پیش ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک ایسی جہنم مقدر ہے کہ وہ نہ اس میں زندہ رہیگا اور نہ مرے گا ؎

یہ امر ظاہر ہے کہ نہ مرنے اور نہ زندہ رہنے کی حالت ذلّت و رسوائی کی حالت ہوتی ہے۔ کہ نہ اس میں انسان کو زندہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اسکی طاقت چھین لیجاتی ہے اور نہ مُردہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بظاہر سانس لیتا ہے۔ پس اس بددُعا کا نتیجہ اسی طرح پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ امیر حبیب اللہ خان یا اس کی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک ہو۔ کہ وہ زندہ ہوتے ہوئے مُردوں کی طرح ہو جائے ؎

کابل میں بدر کی جنگ کا نظارہ

غرض یہ امر ثابت ہے کہ سلسلۂ احمدیہ کے ساتھ مکہ والوں کی طرح کا سا سلوک کرنیوالی حکومت صرف افغانستان ہی کی حکومت تھی۔ اور ان کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الفاظ قرآنی میں بددُعا بھی کی تھی۔ پس مذکورہ بالا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الہام اسی حکومت کی نسبت ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ اس الہام میں اسلامی لشکر کا ذکر نہیں۔ بلکہ صرف کنکر پھینکنے کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ افغانستان پر یہ تباہی کسی احمدی لشکر کے ذریعہ سے نہیں آئیگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ کام ایسے لوگوں سے لیگا۔ جو کنکروں کی طرح ہونگے یعنی انکی ذات میں کوئی خوبی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ صرف خدا تعالیٰ کا نشان پورا کرنے کیلئے ایک آلہ بنائے جائینگے۔ اور باوجود اسکے کہ وہ حقیر کنکر ہونگے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جنگ بدر جیسا نشان دکھائیگا۔ یعنی وہ بالکل تھوڑے ہونگے اور بے سامان ہونگے اور دشمن زیادہ ہوگا۔ اور باسامان ہوگا۔ لیکن پھر بھی وہ حقیر اور ذلیل کنکر ایک نبی کی دعا کے ماتحت حکومت اور اسکے اراکین کو پاش پاش کر دینگے۔ چنانچہ دیکھو کہ جب حبیب اللہ خان نے توبہ سے کام نہ لیا۔ تو پہلے اسی کے بھائی کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ نے اس کو قتل کرایا۔ اس کے بعد امیر امان اللہ خان بادشاہ ہوئے۔ اور انہوں نے تین بے گناہ احمدیوں کو قتل کرادیا۔ تب خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ اور اس نے اس خاندان کے حد سے بڑھے ہوئے ظلم کا بدلہ لینے کا حکم دیدیا۔ اور اس اطلاع کے مطابق جو قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے دی رکھی تھی۔ بچہ سقہ کو ایک جماعت کے ساتھ جو تعداد میں اصحاب بدر کے مطابق تھی یعنی کُل تین سو سپاہی تھے۔ امان اللہ خان کے مقابلہ کیلئے کھڑا کر دیا۔ اور پھر دوبارہ بدر کی جنگ کا نظارہ دُنیا نے دیکھا۔ یعنی تین سو ناتجربہ کار اور بے سامان سپاہیوں نے ایک حکومت کا جو قلعوں میں محفوظ تھی۔ تختہ اُلٹ دیا۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ کنکروں کا اس طرح قلعوں کی دیواروں کو توڑ دینا۔ آندھی کے جھونکوں کا توپوں کے گولوں کے رُخ پھرا دینا کوئی چھوٹا نشان نہیں بلکہ ایک ایسا زبردست نشان ہے۔ کہ ہر صحیح الفطرت انسان کے سمجھنے کیلئے کافی ہے۔ کاش جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ دیکھیں۔ اور جو کان رکھتے ہیں سُنیں۔ اور جو دل رکھتے ہیں۔ ایمان لائیں۔ تاکہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں ٭

نادر خان کا بادشاہ بننا اور ناگہانی وفات پانا

بچہ سقہ کے ہاتھوں امان اللہ خان کی شکست سے یہ الہام پورا ہو جاتا تھا۔ اور کنکر اپنا کام کر چکنے کے بعد پھر کنکر ہی بنجاتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا میں یہ لفظ تھے۔ کہ خدا تعالیٰ حبیب اللہ خان سے یہ سلوک کرے۔ کہ نہ وہ زندہ رہے۔ اور نہ مرے۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ اس کی اولاد تو باقی رہے لیکن ان کے پاس حکومت نہ باقی رہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر بچہ سقہ تخت کابل پر قائم رہتا۔ تو امان اللہ خان کو حکومت واپس لینے کا بہت موقعہ تھا۔ کیونکہ بچہ سقہ میں تدبیر ملکی کی لیاقت نہ تھی۔ اور اس کی طبیعت میں خشونت اور سختی بھی تھی۔ اور اس کے نائب کنکروں کی طرح صرف چُبھنا ہی جانتے تھے۔ ملک کے لئے خیر کا کام کرنا ان کی طاقت سے بالا تھا۔ اور چونکہ وہ پیشگوئی کو پورا کر چکا تھا۔ خدا تعالیٰ کی نصرت سے بھی محروم ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کہ اس سے وہ کام لے کر جو اسکے کیلئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو کہ حبیب اللہ خان نہ زندہ رہے۔ نہ مردہ۔ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ سے پورا کرائے۔ چنانچہ اس کیلئے اس نے نادر خان کو چُنا۔ اور اس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پہلے الہام کے ساتھ ہی اسی دن ان الفاظ میں دی۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" (۳ مئی ۱۹۰۵ء) جسمیں یہ بتایا گیا۔ کہ اس پہلے واقعہ کے بعد نادر بادشاہ افغان ہوگا۔ اور بادشاہ بننے کے بعد ایک آفت ناگہانی کے ذریعہ سے اسکی موت واقعہ ہوگی۔ حتیٰ کہ سب ملک چلا اُٹھیگا۔ کہ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ چنانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسا ہی ہوا۔ اور بچہ سقہ کو خدا تعالیٰ نے جرنیل نادر خان کے ہاتھوں سے شکست دلا کر ۳۔ مئی ۱۹۰۵ء کے دوسرے الہام کو پورا کرنیکے سامان پیدا کرا دئیے۔ اور اس امر کا بھی انتظام کرا دیا۔ کہ امان اللہ خان دوبارہ بادشاہ نہ ہو سکے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے خاندان کیلئے یہ آسمانی فیصلہ جاری ہو جائے۔ کہ وہ نہ مریں۔ اور نہ زندہ رہیں ؛

نادر شاہ کی وفات کی خبر لیکن جہاں اس الہام میں یہ خبر دیگئی تھی۔ کہ کنکروں سے کام لینے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیگا۔ کہ نادر نامی ایک شخص بادشاہ ہو جائیگا۔ اور اسکے ذریعہ سے امیر حبیب اللہ خان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ تخت کابل سے مستقل طور پر محروم رکھ کے لایموت فیھا ولا یحییٰ کا مصداق بنا دیگا۔ وہاں اس الہام میں یہ بھی خبر تھی۔ کہ نادر خان شاہ ہونیکے بعد ایسے وقت میں کہ ابھی اسکی ضرورت باقی ہوگی۔ اس دنیا سے گذر جائیگا۔ اور لوگ اسکی ضرورت کو محسوس کرینگے۔ اور جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہوگا۔ یہ حصہ پیشگوئی کا آٹھ نومبر ۱۹۳۳ء کو پورا ہو گیا ہے۔ یعنی اس تاریخ کو نادر شاہ بادشاہ افغانستان کو جبکہ وہ دلکشا محل میں ایک فٹ بال کے میچ کے بعد تقسیم انعامات کیلئے تشریف لائے تھے۔ ایک دشمن ملک و ملت نوجوان نے پستول کے تین فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے لوگو! جنکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان باقی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ کیا یہ نشان خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کیلئے کافی نہیں؟ کیا یہ نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے ثبوت کیلئے کافی نہیں؟ کیا یہ نشان جو قریباً تیس سال بعد آکر پورا ہوا۔ اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں۔ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے؟ وہ جس طرح آدمؑ سے کلام کرتا تھا۔ نوحؑ سے کلام کرتا تھا۔ ابراہیمؑ سے کلام کرتا تھا موسیٰؑ سے کلام کرتا تھا عیسیٰؑ سے کلام کرتا تھا۔ اور سب کے آخر میں لیکن سب سے زیادہ شان کیساتھ حضرت محمد مصطفیٰؐ نبیوں کے سردار سے کلام کرتا تھا آج بھی اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ آج بھی اسلام کیلئے اسکے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسکی طرف سے معجزے دکھائے جاتے ہیں دیکھو یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔ جو پوری ہوئی۔ اگر ذرہ تامل سے کام لو۔ تو اس ایک پیشگوئی میں بہت سی پیشگوئیاں جمع ہیں مثلاً

نادر خان کی بالکل مخالف حالات میں ترقی ۱۔ جسوقت یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کئے۔ اسوقت نادر خان ایک نوجوان طالب علم تھے۔ اور انکا خاندان اسوقت ایسے حالات میں گذر رہا تھا۔ کہ کسی بڑے عہدہ کی بھی انہیں امید نہ ہو سکتی تھی یعنی انکا خاندان امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ میں زیر عتاب رہ کر اس زمانہ کے بالکل قریب امیر حبیب اللہ خان کی معافی پر افغانستان پہنچا تھا۔ اور بوجہ وطن سے بیس سال باہر رہنے کے انہیں کامیابی کی زیادہ امید نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انکو اس قسم کی ذہانت عطا کی۔ کہ وہ فوجی کام میں جس پر وہ مقرر کئے گئے تھے۔ خاص طور پر قابل ثابت ہوئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے انکی ترقی کا یہ سامان کر دیا۔ کہ سمت جنوبی میں بغاوت ہوئی جسمیں شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ اسپر نادر خان اس بغاوت کو فرو کرنے پر مقرر ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو زبردست کامیابی دی۔ جس کی وجہ سے انکو عہدہ میں ترقی ملی۔ اور وہ افغانستان کے قابل ترین آدمیوں میں سمجھے جانے لگے ؛

وزیر جنگ اور سپہ سالار بننا ۲۔ امیر حبیب اللہ خان یکدم مارے گئے۔ اور کابل سے باہر مارے گئے۔ جسکی وجہ سے عنایت اللہ خان جو انکے بڑے بیٹے اور امیر نصر اللہ خان کے داماد تھے۔ اپنے خسر سمیت اسوقت امیر حبیب اللہ خان کے ساتھ تھے۔ بادشاہت سے محروم رہ گئے کابل کے لوگوں نے فساد کے خوف اور اس شبہ کی وجہ سے کہ امیر حبیب اللہ خان کا قتل امیر نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان کی سازش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ہُوا ہے۔ امان اللہ خان کو تخت پر بٹھا دیا۔ امان اللہ خان کو اس عہدہ کے حصول کیلئے شاہ غازی عبدالقدوس خان سے مدد لینی پڑی۔ جو نادر خان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پس باوجود اسکے کہ انہیں نادر خان پر یہ شبہ تھا۔ کہ امیر حبیب اللہ خان کے خلاف سازش میں انکا بھی حصہ ہے۔ چند دنوں کی نظربندی کے بعد انہوں نے انہیں اپنے عہدہ پر بحال کر دیا۔ اسکے معاً بعد افغانستان اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اور اسمیں انکو اسقدر زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ سپہ سالار اور وزیر جنگ دونو عہدے انکو مل گئے۔ اور یہ جنگ انکے حق میں ابرِ رحمت ہوگئی۔ اور تختِ شاہی کے بھی قریب ہو گئے۔ کیونکہ اس جنگ نے انہیں سمت جنوبی کے لوگوں میں محبوب بھی بنا دیا۔ اور انکی لیاقت کا سکہ بھی ان لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔

افغانستان کا آزاد ہونا

۳۔ جب یہ الہام ہُوا ہے۔ اسوقت افغانستان کا درجہ ایک ریاست کا تھا۔ اور اس الہام میں نادر کو شاہ بتایا گیا تھا۔ اگر افغانستان آزاد حکومت نہ بنتی۔ اور کسی طرح سردار نادر خان اسکے حاکم ہو جاتے۔ تب بھی وہ امیر کہلاتے۔ نہ کہ بادشاہ۔ پس اس الہام میں افغانستان کی حکومت میں ایک زبردست تغیّر کی جسکے نتیجہ میں افغانستان نے آزاد ہو جانا تھا خبر دیگئی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب یہ الہام ہُوا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائیگا۔ رُوس کی حکومت کا خطرہ اسطرح حکومتِ ہند کو لگا رہتا تھا۔ کہ انگریزی حکومت کو ایک منٹ کیلئے بھی افغانستان کی آزادی تسلیم کرنیکا خیال نہیں آ سکتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن جیسا زبردست حاکم یہ جرأت نہ کر سکا۔ کہ انگریزوں سے استقلال کا خواہاں ہو۔ پھر امیر حبیب اللہ میں کب یہ طاقت ہو سکتی تھی۔ کہ آزادی حاصل کرے۔ بلکہ امیر حبیب اللہ خان نے تو اپنے باپ سے بھی زیادہ انگریزوں سے تعلقات بڑھا لئے تھے۔ جسکے صلہ میں انکا وظیفہ بھی بڑھا دیا گیا تھا۔ پس ان کے زمانہ میں تو کوئی شخص وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائیگا۔ اور اسکا امیر بادشاہ بن جائیگا لیکن اسوقت جبکہ انسانی دماغ اس تغیّر کے امکان کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا الہام میں بتایا گیا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائیگا۔ اور اسکا امیر شاہ کہلائیگا۔ اور خدا تعالیٰ کے خاص نشان سے نادر جو ایک معمولی فوجی افسر تھا۔ اس ملک کی بادشاہت حاصل کریگا۔ پیشگوئی کے اور حصوں کو جانے دو۔ صرف اس حصہ کو لیکر دیکھو۔ کس طرح ایک حکومت کی آزادی کی۔ اور پھر اسکے فرماں روا کی۔ اور ایسے فرماں روا کی۔ جس نے غلام ملک کو آزاد کرایا۔ تباہی کی۔ اور اسکے بعد نادر جیسے انسان کی جسکے درمیان اور تختِ افغانستان کے درمیان بیسیوں اور مستحق اشخاص حائل تھے۔ بادشاہت کی خبر دی ہے۔ اور پھر وقوع سے پچیس سال پہلے۔ کیا یہ زندہ نشان نہیں ؟ کیا یہ محیر العقول پیشگوئی نہیں ؟

نادر خان کی علالت

۴۔ جب بچہ سقہ نے بغاوت کی ہے۔ جرنیل نادر خان اسوقت یورپ میں بیمار پڑے تھے۔ وہاں سے وہ باوجود بیماری کے ہندوستان آئے۔ لیکن آتے ہی پھر سخت بیمار ہو گئے۔ اور عرصہ تک پشاور میں انکو بیمار رہنا پڑا۔ اسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ امان اللہ خان کے ساتھ ملکر جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔ اگر وہ بیمار نہ ہوتے۔ اور امان اللہ خان کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جاتے۔ اور فتح حاصل کر لیتے۔ تو یقیناً تخت امان اللہ خان کے ہاتھ میں آتا۔ اور نادر خان بادشاہ نہ ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو بیمار کر کے اسوقت تک فتح سے روکے رکھا۔ جبتک کہ امان اللہ خان شکست کھا کر ملک سے بھاگ نہ گئے۔ پس اسمیں بھی ایک زبردست نشان تھا۔ اور پیشگوئی کے پورا کرنے کیلئے یہ ایک الٰہی تدبیر تھی۔ اور اپنی ذات میں ایک مستقل نشان ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نادر خان کو بھی اپنے بادشاہ بننے کا خیال نہ تھا

۵۔ اگر اسوقت کے اعلانات دیکھے جائیں۔ جبکہ نادر شاہ اپنے ملک کو استبداد سے آزاد کرانے کیلئے کوشش کر رہے تھے۔ تو ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسوقت تک انکے اپنے ذہن میں بھی بادشاہت کا خیال نہ تھا۔ بلکہ جبتک امان اللہ خان ملک میں رہے۔ وہ برابر انکی تائید کرتے رہے۔ اور جب وہ حکومت سے دست بردار ہو کر ملک چھوڑ گئے۔ تو اسوقت سے نادر خان صاحب نے برابر یہ اعلان کیا۔ کہ انہیں خود حکومت کی خواہش نہیں۔ ملک کے لوگ جو فیصلہ مشورہ کے بعد کرینگے۔ وہ اسی پر کاربند ہونگے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے۔ کہ عین اسوقت بھی جبکہ وہ ملک کی آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ خود انکے نزدیک ان کا بادشاہ ہونا ناممکن تھا لیکن اسکے مقابل میں اس الہام کو دیکھو۔ کہ ۱۹۰۵ء میں پورے پچیس سال پہلے ان کے بادشاہ ہونیکا اعلان کیا گیا تھا ❊

نادر خان کی بے سروسامانی

۶۔ جب وہ خوست کے علاقہ میں داخل ہوئے ہیں۔ تو ان کی حالت ایسی کمزور تھی۔ کہ پریس جاری کرنیکی بھی انکو طاقت نہیں تھی۔ ملک کے لوگوں کو صحیح حالات سے اطلاع دینے کیلئے انہوں نے اخبار جاری کرنا چاہا۔ اور اس کیلئے ایک سٹائلو پریس جو معمولی چالیس پچاس روپیہ کی چیز ہے۔ انہوں نے خریدا۔ اور دوران جنگ میں اخبار اصلاح اسی پر چھپکر شائع ہوتا رہا۔ ایسے محدود وسائل کے ساتھ بچہ سقہ جیسے دشمن کا مقابلہ جسنے امیر امان اللہ خان جیسے بادشاہ کو انکے تمام ہتھیاروں اور فوجوں کے باوجود شکست دی تھی۔ نیچا دکھانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اور خود اپنی ذات میں ایک نشان تھا۔ اور صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے یہ سامان پیدا ہوئے۔ کہ باوجود بے سروسامانی خرابیٔ صحت اور طوائف الملوکی کے نادر خان بچہ سقہ کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے ❊

افغانستان نے صرف نادر خان کو بادشاہت کا اہل سمجھا

۷۔ نادر خان اعلان کر چکے تھے۔ کہ وہ بادشاہت کے متمنی نہیں۔ اور ملک جو فیصلہ کریگا انہیں منظور ہوگا۔ اور اسپر انہوں نے عمل بھی کیا۔ اور لوگوں سے مشورہ لیا۔ غالب خیال یہی تھا۔ کہ چونکہ شاہی خاندان کے بہت سے افراد زندہ موجود تھے اور چونکہ امراء عام طور پر آپسمیں رقابت رکھتے ہیں۔ اس لئے بچہ سقہ کے فتنہ کے فرو ہو جانے پر اول تو لوگ امیر امان اللہ خان کو واپس بلانے کا مشورہ دینگے۔ اور اگر انکی بعض حرکات سے لوگ ناخوش تھے۔ تو کم سے کم انکے خاندان کے کسی اور شاہزادے کو تخت پیش کرینگے لیکن الٰہی فیصلہ کو کون رد کر سکتا تھا۔ جو تخت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نادر کو ۳۔ مئی ۱۹۰۵ء کو انعام کے طور پر مل چکا تھا۔ جو نادر اس لئے کھڑا کیا گیا تھا کہ تا امیر حبیب اللہ خان کا خاندان لایموت ولا یحییٰ کی زندگی بسر کرے۔ اس تخت سے کون نادر کو محروم کر سکتا تھا۔ اس نادر کو کون بادشاہت کے فیصلہ کیوقت نظر انداز کر سکتا تھا آخر وہی ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مقدر تھا۔ یعنی پیشگوئی کے پورے پچیس ۲۵ سال بعد وہ نادر خان جسکے بادشاہ ہونیکا وقوعہ سے چھ ماہ پہلے بھی کوئی امکان نہ تھا۔ تخت افغانستان پر متمکن ہونیکے لئے منتخب کیا گیا باوجود اس کے کہ اس کی خواہش نہ تھی باوجود اسکے کہ وہ فیصلہ قوم کے ہاتھ میں چھوڑ چکا تھا۔ اسی کے نام قرعہ پڑا۔ وہی اس بوجھ کو اٹھانیکا اہل سمجھا گیا۔ اور اسکے سوا کون اہل ہو سکتا تھا۔ جسے خدا تعالیٰ نے اہل قرار دیا ❊

نادر خان کا نادر شاہ کہلانا

۸۔ مگر نادر خان کے نادر شاہ ہونے میں ایک مرحلہ ابھی باقی تھا۔ بیشک افغانستان آزاد ہو چکا تھا۔ بیشک اس کا امیر اب بادشاہ کہلاتا تھا۔ بیشک اب نادر اس آزاد حکومت کے تخت پر بیٹھ کر شاہ بن گیا تھا۔ لیکن الہام میں اسکا نام نادر خان بادشاہ نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ نادر شاہ رکھا گیا تھا۔ اگر بادشاہ نادر خان کے نام سے نادر کو پکارا جاتا۔ تب بھی عقلمند انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے نزدیک پیشگوئی کو پورا سمجھا جاتا۔ اور یہ خیال کیا جاتا۔ کہ نادر خان شاہ کو اختصاراً نادر شاہ کہدیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے ایک ایک لفظ کو اسکی اصلی صورت میں پورا کرنا تھا۔ اسلئے اسکے لئے بھی غیر معمولی سامان پیدا کیئے۔ اور خود نادر کے دل میں یہ خیال پیدا کیا۔ کہ وہ آیندہ نادر شاہ کہلائے ؎

اے سوچنے والو۔ سوچو۔ کیا یہ غیر معمولی خیال نہیں۔ بادشاہ ہوکر لوگوں کے نام وہی رہتے ہیں۔ "شاہ" انکے نام کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ کبھی پہلے۔ کبھی بعد میں۔ لیکن انکے قومی القاب اور انکے نام وہی رہتے ہیں۔ نادر کا نام نادر تھا۔ اور قومی لقب خان تھا۔ خان کا لفظ شاہ کے عہدہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ تو شہنشاہ کے عہدہ کے بھی خلاف نہیں چنگیز خان آدھی دنیا سے زیادہ کا بادشاہ تھا۔ مگر وہ شاہی لقب کے ساتھ خان بھی کہلاتا تھا۔ اسی طرح چغتائی خاندان کے کئی بادشاہ سلطان کے لقب کے ساتھ خان بھی کہلاتے تھے۔ جیسے سلطان غیاث الدین براق خان۔ سلطان محمد خان۔ سلطان احمد اولجہ خان وغیرہ نام تاریخوں میں مذکور ہیں۔ امان اللہ خان جن کے عہد میں افغانستان آزاد ہوا۔ اور قدرتاً انہیں شاہ کہلانیکا شوق تھا۔ وہ بھی شاہ امان اللہ خان کہلاتے تھے۔ کیوں پھر اسی طرح نادر خان شاہ نادر خان نہ کہلائے۔ کیوں ان کا نام ہی بدل کر نادر شاہ کردیا گیا؟ اے صداقت پسند روحو! کیا تم اس سے انکار کرسکتی ہو؟ کہ یہ اس خدائے قادر کا کام تھا۔ اور صرف اسی کا کام تھا جس نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر دی تھی۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔ جس خدا نے نادر خان کا نام نادر شاہ رکھا تھا اسی نے نادر خان اور انکے امراء کے دل میں یہ تحریک کی۔ کہ گو شاہ کا لفظ نام کے پہلے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ گو امان اللہ خان نے باوجود شاہ ہوجانیکے اپنے نام کو امان اللہ شاہ کے نام سے مشہور نہیں کیا۔ گو خان کا لفظ شاہی کے منافی نہیں۔ لیکن پھر بھی نادر خان کو آیندہ نادر شاہ کہا جائے۔ تاکہ نادر خان پیشگوئی کے مطابق نہ صرف شاہی کا عہدہ پائیں۔ بلکہ انکا نام بھی نادر شاہ ہوجائے ؎

بعض جاہل لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ نادر خان کو الہام میں نادر شاہ کیوں کہا گیا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں۔ کہ نادر خان کا نام تمام دنیا میں نادر شاہ ہی پڑ گیا ہے۔ حتیٰ کہ خود وہ لوگ جو احمدیہ سلسلہ کے مخالف ہیں۔ اور نادر خان کو نادر شاہ کہنے پر معترض ہیں خود اپنے اخبار میں بارہا نادر شاہ لکھ چکے ہیں۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اسی طرح تمام انگریزی اخبارات ان کو نادر شاہ لکھتے ہیں خود افغانستان کے لوگ انہیں نادر شاہ کہتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ اور حکومت بھی اسی امر کو پسند کرتی ہے۔ کہ انہیں نادر شاہ کہا جائے۔ چنانچہ روزانہ اخبار سیاست کے گیارہ دسمبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے۔ کہ سردار شاہ ولی خان صاحب نے مالک اخبار سیاست کے ساتھ گفتگو کے دوران میں فرمایا۔ کہ :-

"ہندوستان میں لوگ اعلیٰ حضرت کا نام غلط لکھتے ہیں۔ جس روز انہوں نے اعلان مملکت کیا۔ اس روز وہ خان کی جگہ شاہ ہوگئے۔ اب ان کا نام نادر شاہ شاہِ افغانستان ہے۔" (منقول از "الفضل" ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء)

اس شہادت سے ثابت ہے۔ کہ نادر خان کا نام ہی نادر شاہ رکھدیا گیا تھا۔ اور شاہ کا لفظ نام کا جزو قرار پا گیا تھا۔ کیونکہ سردار شاہ ولی خان صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اب ان کا نام نادر شاہ شاہِ افغانستان ہے۔ شاہ کا لفظ دوسری دفعہ دہرا کر انہوں نے بتایا ہے کہ پہلا شاہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کے نام کا جزو ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنا کلام پورا کرنیکے لئے انکے نام کو کُلّی طور پر بدل دیا۔ اور انکا نام ہی نادر شاہ رکھدیا گیا ÷

اے حق کے طالبو! یہ تغیر معمولی نہیں بلکہ نادر شاہ کے بر سرِ حکومت آنے پر بھی اس تغیر کو ناممکن قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سلسلۂ احمدیہ کے اشد ترین دشمن۔ اخبار اہلحدیث میں بھی لکھا گیا:۔

"کیا افغانستان میں نادر شاہ بولا جاتا ہے۔ کیا افغانستان کی اصطلاح میں بادشاہ کو شاہ کے لقب سے کبھی یاد کیا گیا۔ کیا کبھی عبدالرحمن شاہ یا حبیب اللہ شاہ۔ یا امان اللہ شاہ کے القاب کسی نے سُنے۔ وہاں تو شاہ کا لقب بادشاہ کیلئے ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہم کہینگے۔ کہ ہندوستان میں کسی معتبر تحریر میں عبدالرحمن شاہ یا حبیب اللہ شاہ وغیرہ نہیں ملتے۔ پس اگر یہ الہام افغانستان کے مافی الضمیر کی ترجمانی ہوتی۔ تو شاہ کا لقب نہ ہوتا۔ بلکہ نادر خان کا لقب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نادر شاہ والا الہام کسی اور موقعہ کیلئے ہے۔ امیر نادر خان کے متعلق نہیں"

مَیں سمجھتا ہوں۔ یہ تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار اہلحدیث میں اللہ تعالیٰ نے لکھوائی ہے۔ اسقدر شدید دشمن اخبار اس امر کا اقرار کرتا ہے۔ کہ نادر خان کا نادر شاہ کہلانا افغانستان کے لوگوں کے حالات انکی زبان اور انکی تاریخ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ناممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ افغانستان کے سابق بادشاہ۔ شاہ نہیں کہلاتے تھے۔ یہ بھی درست ہے۔ کہ امان اللہ خان بھی بادشاہ ہو کر امان اللہ شاہ نہیں کہلائے۔ بلکہ شاہ امان اللہ یا امان اللہ خان شاہ افغانستان کہلائے۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ افغانستان کے لوگوں کے ذہنوں میں اپنی قومی روایات کے خلاف یہ خیال نہیں آسکتا تھا۔ کہ وہ نادر خان کو نادر شاہ شاہِ افغانستان کہنے لگیں۔ مگر دوسری طرف یہ امر واقعہ ہے۔ نادر خان بادشاہ ہوتے ہی نادر شاہ کہلانے لگے۔ افغانستان اور ہندوستان کے جرائد انہیں نادر شاہ لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور لکھ رہے ہیں۔ اور جیسا کہ انکے بھائی اور وزیر سردار شاہ ولی خان صاحب کے بیان سے ثابت ہے افغانی حکومت نے انکا یہی نام تجویز کیا تھا۔ پس اے وہ لوگو! جنکے دل میں خدا کا خوف ہے۔ جو مرنے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر یقین کرتے ہو۔ خدارا مجھے بتاؤ۔ کہ وہ کونسی طاقت تھی۔ جس نے اس ناممکن امر کو ممکن کرادیا۔ جسے مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے دشمن سلسلہ کا اخبار بھی ناممکن قرار دیتا ہے۔ اور جو بظاہر حالات واقعہ میں ناممکن تھا۔ کیا اُسی زبردست خدا نے نہیں جس نے ۳۔ مئی سنہ ۱۹۰۵ء کو پورے چھبیس سال پہلے بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے الہام میں نادر کا نام نادر شاہ رکھا تھا۔ کیا اس زبردست نشان کو دیکھتے ہوئے بھی تم انکار کرتے چلے جاؤ گے؟ کیا اب بھی تم خدا کے مامور کو قبول نہیں کروگے؟ کیا اب بھی تم اپنے پیدا کرنیوالے سے صلح نہیں کروگے اور دہریت اور انکار کے گڑھوں میں گرے رہوگے؟ اگر ایسے زبردست نشان بھی جنکے ناممکن ہونیکا دشمن بھی اقرار کرتا ہے تمھارے سمجھانے کیلئے کافی نہیں — تو بتاؤ۔ کہ تم خدا تعالیٰ سے کس معاملہ کی امید کرتے ہو؟

نادر شاہ کی وفات پر حسرت و اندوہ کا اظہار

۹۔ افغانستان جیسے ملک میں بادشاہ ہونے کے بعد بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا لوگ جلد جوش میں آجاتے ہیں۔ اور محبت دشمنی سے بدل جاتی ہے۔ بالکل تعجب نہ ہوتا۔ اگر نادر شاہ بادشاہ ہونے کے بعد ملک میں بدنام ہو جاتے یا ملک میں امن قائم کرنے کے قابل ثابت نہ ہوتے۔ اور تفرقہ اور فساد بڑھ جاتا۔ لیکن "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کے الفاظ بتاتے تھے۔ کہ انکی موت کے وقت لوگ انکے کام کی قدر کرنے لگ جائینگے۔ اور انکی موت پر حسرت و اندوہ کا اظہار کرینگے۔ یہ خود ایک نشان ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ پچیس سال پہلے ایک معمولی آدمی کے بادشاہ ہونیکی پیشگوئی کرنا خود ایک بڑا نشان ہے۔ لیکن ساتھ یہ بتا دینا۔ کہ باوجود اسکے کہ وہ قدیم شاہی خاندان کو علیحدہ کر کے تخت پر بیٹھے گا۔ اور ایسے ملک میں حکومت کریگا۔ جہاں کے لوگ اصلاح کے نام سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ مفید کام کرتے ہوئے لوگوں میں قبولیت پیدا کرتا چلا جائیگا۔ اور لوگ اسکی موت پر دل سے حسرت کرینگے۔ ایک ایسا نشان ہے۔ کہ جسکی عظمت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ حصہ الہام کا دو دفعہ پورا ہوا ہے پہلی دفعہ جب امیر امان اللہ خان کے وقت میں بچہ سقہ نے بغاوت کی اور امیر نے اور امراء نے۔ اور عوام نے اسوقت خواہش کی۔ کہ کاش نادر خان ہوتے۔ تو ملک کو سنبھالتے۔ گو اسوقت نادر خان نادر شاہ نہ تھے۔ لیکن کبھی آیندہ نام سے بھی کسی کو وقت سے پہلے یاد کر لیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے۔ کہ ہم نے لوگوں کو فلک المشحون میں چڑھایا۔ حالانکہ مشحون کے معنے بھری ہوئی کے ہیں۔ محققین لکھتے ہیں۔ کہ اسجگہ مراد یہ ہے۔ کہ وہ کشتی جو لوگوں کے بیٹھنے سے بھر جانیوالی تھی۔ چونکہ بتانا یہ ہے۔ کہ کشتی آدمیوں کی کثرت یا کشتی کے چھوٹے ہونیکی وجہ سے بھر گئی بجائے اس مضمون کو الگ بیان کرنیکے یہی کہدیا۔ کہ ہم نے انکو بھری ہوئی کشتی میں جگہ دی۔ حالانکہ جگہ دیتے ہوئے وہ بھری ہوئی نہ تھی۔ اسی طرح یہاں ہوا۔ کہ گو اسوقت نادر خان بادشاہ نہ تھے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا تھا۔ کہ اسوقت انکو کامیاب کر کے بادشاہ بنا دیا جائیگا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نادر شاہ کے نام سے ہی پکارا۔ اور اس طرح ایک مختصر فقرہ میں وسیع مضمون ادا کر دیا۔

لیکن دوسرے معنے اس کے اب پورے ہوئے ہیں جبکہ نادر شاہ لوگوں میں نادر شاہ کے نام سے مشہور ہو کر اور انکی محبت کو جذب کر کے ایک دشمن ملک کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں۔ اور سارا ملک بزبان حال چلا رہا ہے۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"

اچانک حادثہ سے وفات کی خبر

۱۰۔ اس الہام میں یہ بات بھی بتائی گئی تھی۔ کہ نادر شاہ کی وفات کسی اچانک حادثہ سے ہو گی۔ کیونکہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کے الفاظ میں نہ صرف افسوس بلکہ حیرت بھی پائی جاتی ہے۔ اور حیرت ہمیشہ بے وقت یا غیر مترقب امر کے متعلق ہوا کرتی ہے۔ پس ان الفاظ سے ثابت ہے۔ کہ الہام میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ نادر شاہ معمولی طریق پر دنیا سے رخصت نہ ہونگے۔ بلکہ انکا دنیا سے جانا غیر معمولی واقعہ کے طور پر ہوگا۔ اور ایسے موقعہ پر ہوگا۔ جب کہ لوگوں کو اس کی امید نہ ہوگی۔

نادر شاہ صاحب کے قتل کے جو واقعات اخبار میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا یہ حصہ بھی لفظاً لفظاً پورا ہوا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نادر شاہ صاحب ایک فٹ بال میچ کے نتیجہ میں تقسیم انعام کرنے کے لئے اپنے باغ دلکشا نامی میں تشریف لائے۔ اور سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں جس میں طالب علم استاد اور امراء سلطنت وغیرہ تھے۔ چند طالب علموں سے گفتگو کر رہے تھے کہ انہی طالب علموں میں سے کہ جنکی ہمت بڑھانے کیلئے وہ آئے تھے ـــ ایک نے ان پر ایک گز کے فاصلہ پر سے متواتر تین فائر کر دیئے۔ اور یکدم وہ مجمع طرب بزم عزا بن گیا۔ اس واقعہ کی سرعت اور اسکی سختی حیرت کا موجب ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تین فائر یکے بعد دیگرے ہو گئے اور لوگ شاہ کے بچانے کی کوشش نہ کر سکے۔ جرنیل محمد خان وزیر حرب اور شاہ کے بھائی اسوقت موجود تھے۔ اور اس طرح اچانک۔ کچھ کا کچھ ہو جانیکا انپر اسقدر اثر ہوا۔ کہ اخبارات میں لکھا ہے کہ وہ غش کھا کر گر گئے۔ لوگ گھبرا کر بازاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ اور پکارنے لگے۔ کہ شاہ فوت ہو گئے ہیں۔ شاہ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ سب امور بتاتے ہیں۔ کہ پیشگوئی کے عین مطابق نادر شاہ صاحب کا واقعہ اس حیرت انگیز طریق سے ہوا۔ کہ لوگ اپنے حواس کھو بیٹھے گویا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نادر شاہ کی افغانستان کو اشد ضرورت ۱۱- اس پیشگوئی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی تھی۔ کہ جسوقت نادر شاہ صاحب کی وفات ہوگی۔ اسوقت ملک کو انکی اشد ضرورت ہوگی۔ واقعات سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ بڑا ثبوت اس امر کا یہ ہے۔ کہ شاہ موصوف کی وفات سے چند دن پہلے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب افغانستان سے واپس آئے۔ تو انہوں نے اخبارات میں یہ امر شائع کرایا۔ کہ اگر دس سال بھی نادر شاہ صاحب کو اور مل گئے تو افغانستان کی حالت درست ہو جائیگی۔ اور وہ ترقی کی چوٹی پر پہنچ جائیگا۔ اس اعلان کے دوسرے دن وہ مارے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب واقف لوگ اس امر کو محسوس کرتے تھے۔ کہ نادر شاہ صاحب کی زندگی کی ابھی ملک کو ضرورت ہے۔ لیکن پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہ تھا۔ کہ وہ اسوقت تک زندہ رہتے ؛

پیشگوئی کے دو پہلو ممکن ہے۔ کہ بعض دشمن یہ اعتراض کریں۔ کہ جب نادر شاہ صاحب خوست پر حملہ کر رہے تھے۔ اسوقت کہا جاتا تھا۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" سے یہ مراد ہے۔ کہ اس فساد کو دور کرنے کیلئے نادر شاہ کی ضرورت لوگوں نے محسوس کی ہے۔ اور اب ان کی وفات پر اسے چسپاں کیا جاتا ہے۔ سو واضح رہے۔ کہ یہ الہام دو دفعہ پورا ہوا ہے۔ اسوقت بھی کہ جب امان اللہ خان کے بھاگنے کے موقعہ پر لوگوں کو جرنیل نادر خان کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اور اب بھی کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت وہ ایک بیوقوف نوجوان کے ہاتھ سے مارے گئے ہیں۔ اور یہ اب کا خیال نہیں۔ بلکہ جماعت احمدیہ میں یہ خیال اسی وقت سے پیدا ہے۔ جب خوست کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے نادر شاہ صاحب کو فتح دی۔ چنانچہ اسی وقت میرے کہنے کے مطابق اس پیشگوئی پر ایک مضمون مولوی شیر علی صاحب نے لکھا تھا۔ جو ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کے "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے۔ اسمیں اس امر کا اظہار کرنیکے بعد کہ یہ پیشگوئی امان اللہ خان کے شکست کھانے سے اور لوگوں میں جرنیل نادر خاں کی واپسی کی خواہش سے اور نادر خان کے نادر شاہ بنجانے سے پوری ہوگئی۔ مولوی صاحب نے تحریر کیا تھا۔ کہ اس پیشگوئی کے دو مفہوم ہیں۔ ایک تو وہ جو بغاوت افغانستان کے وقت نادر خان کے باہر ہونے اور لوگوں میں انکے بلانیکی خواہش پیدا ہونے اور پھر انکے ملک میں واپس آکر فتح پانے اور بادشاہ ہو جانے سے پورا ہوا۔ اور ایک دوسرا مفہوم ہے۔ اس دوسرے مفہوم کے متعلق وہ لکھتے ہیں:-

"دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے۔ کہ موسوم کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئیگی۔ اور اس کے نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائیگا۔" (الفضل ۳- جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱- کالم اوّل)

اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ احمدی جماعت شروع سے اس امر کی قائل تھی۔ کہ اس پیشگوئی کے دو پہلو ہیں۔ اور غالب ہے۔ کہ وہ دونو پہلو ہی پورے ہوں کیونکہ الٰہی سنت یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ الہام کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ اور وہ سب ہی پورے ہو جاتے ہیں ؛

خلاصۂ بیان خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے افغانستان کے متعلق ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو وحیوں کے ذریعہ سے کچھ اخبار غیبیہ ظاہر کیں۔ جنمیں ایک طرف تو بچہ سقہ کی قلیل جماعت کے ساتھ امان اللہ پر فتح کا ذکر تھا۔ اور پھر اسکے بعد یہ اطلاع تھی۔ کہ نادر خان اسوقت کہیں باہر ہونگے۔ ملک انکی خواہش کریگا۔ وہ واپس آکر دشمن پر فتح پائینگے۔ اور بادشاہ ہو جائینگے۔ انکا نام نادر خاں سے نادر شاہ ہو جائیگا۔ اسکے بعد پھر وہ ایک حادثۂ عظیمہ کا شکار ہونگے۔ اور اچانک انکی موت واقعہ ہوگی۔ اور لوگ سخت ماتم اور غم میں مبتلا ہونگے۔ اور انکی موت کو ملک کا بہت نقصان سمجھا جائیگا۔ یہ پیشگوئی اسوقت کیگئی تھی جبکہ نادر ابھی ایک ناتجربہ کار نوجوان تھے۔ اور ان کیلئے اعلیٰ عہدہ پر پہنچنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا۔

خدا تعالیٰ کا خالص غیب اب اے لوگو! جو تلاش حق رکھتے ہو۔ اور جنکو دنیا کی محبت نے عقبیٰ کی یاد بالکل ہی فراموش نہیں کرا دی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اسقدر عظیم الشان اخبار پچیس اور تیس سال پہلے ایسے حالات میں بتادینا کسی انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اگر انسان بھی ایسا کر سکتا ہو۔ تو خدا کے رسولوں کی سچائی کا ثبوت ہی کیا ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے کلام کی عزت ہی کیا رہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ علم الغیب فلا یظھر علےٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول۔ خدا تعالیٰ اپنے غیب کو سوائے رسولوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اب اگر ایک مفتری اور نعوذ باللہ شیطان سے تعلق رکھنے والا شخص اسقدر عرصہ پہلے اسقدر لمبا سلسلہ غیبی امور کا بتا سکتا ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ قرآن کریم کی سچائی کا کیا ثبوت رہ جائیگا۔ حکومتوں کا تغیر معمولی بات نہیں۔ اور پھر پرانے خاندانوں کی حکومت کا خصوصاً ایشیائی ممالک میں بدل جانا اور بھی عجیب بات ہے۔ اور اگر حکومت بدلے بھی تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ فلاں شخص کے پاس جائیگی۔ اس شخص کی اسقدر لمبی عمر کا ضامن ہی کون ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہے۔ تو اسکا کون ضامن ہو سکتا ہے۔ کہ اسکی قوتیں اسوقت تک اس کا ساتھ دینگی۔ اور وہ اس موقعہ پر عملی طور پر کوئی حصہ لے سکیگا۔ اور پھر یہ کہ وہ کامیاب بھی ہو جائیگا۔ اور پھر کامیابی کے بعد اس اس طرح اسکی موت واقعہ ہو گی۔ اور ملک کی حالت اسکے بعد اس اس طرح ہو گی۔ بخدا یہ خالص غیب ہے۔ جسکا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے ممکن نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے نشانات سے انکار نہ کرو۔ کہ یہ راہ نہایت خطرناک ہے۔ اے بھائیو! جو خدا۔ امان اللہ خان کو اسکے تخت سے ایک بچہ سقہ کے ذریعہ سے نکلوا سکتا ہے۔ اسکے غیب سے آپ کیونکر اپنے آپ کو مامون سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسقدر احسان ہے۔ کہ اس نے اسلام کو بچانے کیلئے آپ میں سے ہی ایک شخص کو مبعوث فرما دیا۔ جس نے اس دہریت کے زمانہ میں اسلام کو تازہ معجزات کے ذریعے سے پھر زندہ کر دیا ہے۔ پس وہ جو تمھاری نجات کیلئے آیا ہے۔ اس سے دور مت بھاگو۔ اور وہ جو تمھارا دوست ہے۔ اس سے دشمنی نہ کرو۔ کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اچھے پھل پیدا نہیں کرتی ٭

کب تک انتظار کرو گے

دیکھو۔ سورج نصف النہار پر آگیا ہے۔ نشان پر نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ آسمان اور زمین پے در پے اور چلا چلا کر مسیح موعودؑ کی صداقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ آخر تم کب تک انتظار کرتے رہو گے۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ موت کا وقت کب آئیگا۔ پس کیوں خوف نہیں کرتے۔ کہ کہیں انتظار ہی انتظار میں جان نہ نکل جائے۔ سچ سچ کہو۔ کہ اگر تم کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہے تو مرنے کے بعد تم نے اس کے لئے کیا جواب سوچ رکھا ہے ٭

آہ تم میں سے کئی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ کیا خدا نے ہندوستان میں ظاہر ہونا تھا۔ اور وہ نہیں جانتے۔ کہ جب خدا عراق میں ابراہیمؑ پر ظاہر ہوا تھا۔ تو اسوقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔ کہ کیا خدا تعالیٰ نے عراق میں ہی ظاہر ہونا ہے۔ اور جب وہ سینا میں موسیٰؑ پر ظاہر ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔ کہ کیا خدا نے بنی اسرائیل میں ہی ظاہر ہونا ہے۔ اور جب وہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ تو اسوقت بھی لوگوں کو یہی شبہ ہوا تھا۔ کہ کیا وہ ناصرہ جیسی حقیر بستی میں ہی ظاہر ہو سکتا تھا۔ اور پھر وہ جب عرب میں سید ولد آدم پر ظاہر ہوا۔ تو قرآن کو کھولکر پڑھو۔ اسوقت کے یہود نے بھی اس پر تعجب کیا تھا۔ کہ کیا اس نے عرب میں ہی ظاہر ہونا تھا۔ بلکہ یہود تو یہود خود اہل عرب نے کہا تھا۔ کہ کیوں ہمارے بڑے شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر خدا ظاہر نہ ہوا۔ پس یہ وسوسہ نیا نہیں۔ اور نہ یہ وسوسہ نیا ہے۔ کہ خدا کا کلام پیچھے رہ گیا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو اس سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ قرآن کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت یوسفؑ کی قوم نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا ؎

پس خدا تعالیٰ کے سریع نشانات دیکھ کر ان وسوسوں میں نہ پڑو۔ کہ لیس الخبر کالمعاینۃ جب صداقت مسیح موعود علیہ السلام کثرت معجزات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکی۔ تو محض وسوسوں اور شبہات پر کیوں ایمان کی ساعت کو پیچھے ڈالتے ہو کہ ایمان کی ایک ساعت کفر کی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے ؎

اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو پہچانو! اے متلاشیانِ حق خواہ تم کسی ملک کے ہو۔ مَیں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کا نور آگیا۔ پس آنکھیں بند نہ کرو۔ اور غفلت کو ترک کردو۔ دیکھو ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ جو کچھ پہلے کرتا تھا۔ اب بھی کرتا ہے۔ اور تازہ بتازہ نشانات سے اسلام کی زندگی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات سرمدی کو ثابت کرتا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا۔ کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو نہیں پہچانتے۔ اور اپنے مالک کے جلوہ کو شناخت نہیں کرسکتے۔ کیا دل مر گئے ہیں۔ یا خدا تعالیٰ نے ہی کفر کی وجہ سے ان پر مُہر لگادی ہے۔ یاد رکھو خدا کا نور مُنہ کی پھونکوں سے نہیں بجھتا۔ جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے لگایا۔ اسے کون کاٹ سکتا ہے۔ جو نام خدا نے لکھا اسے کون مٹا سکتا ہے۔ جس قوم کو خدا نے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اسے کون گھٹا سکتا ہے۔ پس خالقِ ارض و سما کے ارادہ سے مت ٹکراؤ۔ کہ سمندر کی لہر مضبوط پہاڑوں سے ٹکرا سکتی ہے۔ لیکن انسان خواہ کس قدر ہی طاقتور ہو۔ خدائے واحد کے ارادہ کی مخالفت نہیں کرسکتا ؎

مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی دیکھو ہر دن جو چڑھتا ہے۔ مسیح موعودؑ کی جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ باوجود سب لوگوں کی مخالفت کے یہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ پھر تم کیوں اس امر کو جو ہو کر رہنا ہے۔ خوشی سے قبول نہیں کرلیتے۔ اور اس دن کی انتظار میں ہو۔ جب خدا تعالیٰ کی تلوار تمہاری گردنوں پر رکھی جائے۔ یاد رکھو۔ کہ ہمیشہ ہی خدا کے مامور ذلیل اور ان کی جماعتیں حقیر سمجھی گئی ہیں۔ لیکن دنیا کی مخالفت نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اور ذلیل ہی سب عزتوں کا سرچشمہ بنے۔ اور وہ حقیر ہی سب بڑائیوں کے وارث ہوئے پس اُٹھو اور اپنی اور اپنی اولادوں کی جانوں پر رحم کرتے ہوئے حق کو قبول کرو۔ کہ ایک ایک دن قیمتی اور ایک ایک ساعت انمول ہے۔ تمہارا خدا تم کو اپنا قرب بخشنے کے لئے بیتاب ہے۔ اس کی آغوش آج پھر اسی طرح تمہارے لئے کُھلی ہے۔ جس طرح ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مسیحؑ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کُھلی تھی۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور جو عزت کا مقام تمہارا رب تم کو بخشنا چاہتا ہے۔ اسے قبول کرو ؎

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۝ والسّلام

خاکسار

مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس۔ کے برمن) لمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور ولاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR
TRADE MARK
(REGD.)

روگ کا گھر کھانسی

کف کنگ Regd

(کف کھانسی سردی کی بے خطا دوا)

یہ دوا پیتے ہی سردی کو بچاتی۔ کھانسی کو دباتی بلغم پتلا کرکے نکالتی اور سستی وحرارت کو دُور کرتی ہے۔

کف وکھانسی کی کیسی بھی بیماری کیوں نہ ہو۔ یہ دوا باسانی اُسے آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے۔

قیمت۔ بڑی شیشی ایک روپیہ چھ آنہ ۱عہ
ڈاک محصول دس آنہ ۱۰ر
چھوٹی شیشی بارہ آنہ ۱۲ر
ڈاک محصول سات آنہ ۷ر

مارو بام Regd

(رگوں اور پٹھوں کے درد کو دُور کرتا ہے)

یہ صرف جڑی بوٹیوں سے ہی بنا ہے۔ چوٹ۔ موچ۔ سوجن۔ گٹھیا۔ جوڑوں۔ پٹھوں سر۔ کمر۔ پسلی۔ سینہ وغیرہ کے بیرونی درد اور کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کے درد کو پل میں دُور کرکے ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

قیمت فی شیشی بارہ آنہ ۱۲ر
ڈاک محصول دو شیشی تک سات آنہ

نوٹ :- ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں اور دوا فروشوں کے ہاں ملتی ہے۔ دوا خرید وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

صیغہ ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ قادیان، گوردا سپور ... ایجنٹ کی ضرورت ہے۔